البحث العجیب

بین

الجاحظ والنقیب

جسمین

سبقت اسلام صدیق اکبر و فاروق اعظم امیر المومنین علی ابن ابیطالب و حضرت ابوبکر
بن قحافہ کی تحقیق دو معتزلی عالمون یعنی علامہ جاحظ و جعفر النقیب اسکافی نے کی ہے
اور ثابت کردیا ہے کہ سب سے پہلے مسلم علی ابن ابیطالب ہین اور انکے خلاف جسقدر
روایات ہین وہ سب غلط اور ناقابل قبول ہین

مترجمہ

فضائل مآب عالیجناب مولانا المولوی السید انصار حسین صاحب
مصاحب خاص حضور پرنور فرمانفرمائے رامپور دام اقبالہم العالی

باہتمام محمد جواد مالک و مہتمم

نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ میں طبع شد

ملنے کا پتہ جناب سید ابن الحسن جوہری محلہ لکھنؤ   قیمت فی جلد آٹھ آنہ علاوہ محصول ڈاک

معنی شناس شیعہ سے اپیل

آپ دیکھ رہے ہیں کہ مدت سے آپکے طرفدار علوم اہلبیت وفضائل عترت رسولؐ شائع کر رہے ہیں مگر کوئی اثر نہیں فساد بڑھنے کے سوا کوئی ثمرہ نہیں - آخر کیوں کیا علوم اہلبیت بے معنی ہیں یا فضائل عترت میں اثر نہیں رہا - ایسا نہیں ہے لیکن اس بے اثری کے دو سبب ہیں -

(۱) جن لوگوں میں ان تصانیف کو پہونچنا چاہیے وہاں یہ پہونچ نہیں سکتی اسلیے کہ اہل اسلام کو یقین ہو گیا ہے - شیعوں کی تالیف وتصنیف اُن کے لیے باصرہ سوز ہے -

(۲) دوسرے واقعاً آپ بھی اپنی تمام کتابوں کو اُن میں پیش نہیں کر سکتے اسلیے کہ ان کتابوں میں اگرچہ صحیح اور عام اہلسنت کی کتابوں کے مضامین ہوتے ہیں لیکن خاص کر مثالب ومطاعن میں غرق -

ہم نے طے کر لیا ہے کہ ہم اُنھیں کے علما کے رسائل اُن ہی کے معنوں میں ترجمہ کر کے پیش کریں جس میں کسی ایک کو بُرا نہیں کہا گیا ہے اور صرف مناقب ہی مناقب ہیں

کیا آپ ہماری اتنی مدد کر سکتے ہیں کہ ہم سے چند کم قیمت رسائل منگا کر اپنے حلقۂ اثر وحلقۂ احباب میں جو غیر مذہب اصحاب ہیں اُن کے مطالعہ کے لیے مفت دیں اگر آپ ایسا کریں گے تو یقیناً اگر وہ راہ راست پر نہ بھی آئے تو کم از کم تعصب سے دست بردار ہو جائینگے اور یہ آپ کے لیے بڑی مبارک بات ہے - ہم سے جو بزرگ تقسیم کے لیے ۵ یا ۵ سے زائد رسالے منگائیں گے اُن کو فی صدی پچیس روپیہ کمیشن دیا جائے گا - کیا آپ شعبہ تبلیغ کو ادنی رقم سے فائدہ پہونچا سکتے ہیں - ہماری بات پر آرام کے وقت غور کیجیے -

اولاد حسین شاعر

از

عمدۃ الافاضل مولانا المولوی سید اولاد حسین صاحب شاعر واعظ دربار حامدی رامپور

بھولے بھالے ہندوستان کو یہ سمجھا دیا گیا کہ افضلیت کا چرچا ویسا ہی جدید ہے جیسے یورپ کا ہوائی جہاز۔ اور اسکا اثر اسلام کے دور اوّل وثانی میں اُتنا بھی اونچا نہیں جیسے اجودھیا سے لنکا تک آنے جانے والا اُڑن کھٹولا لیکن واقعات مٹائے نہیں جا سکتے اور وہ راز چھپ نہیں سکتے جنکو محفلیں سراہ رہی ہوں اور کتابیں جلی حروف میں آنکھوں کے سامنے لا رہی ہوں پھر لطف یہ کہ سب سے پہلی کتاب جو اس قسم کے تذکروں سے بھری پڑی ہے وہ سی کتاب ہے جسکے سورہ تراویح شریف میں تمام ہوتے ہیں اور جن کی آیتیں مولود شریف میں پڑھی جاتی ہیں۔

عرب ہی نہیں اقوام عالم (یا بالفاظ دیگر بنی آدم) میں فخر طلبی مرکوز ہے اور یہ کچھ بری بات بھی نہیں ہے اگر کبر و خود ستائی کی نوبت نہ آجائے۔ آج کسی انسان کی جھوٹی بھی تعریف کر دیجیے تو وہ خوش ہو جاتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دوسروں کی تعریف اکتساب خیر کا باعث بن جاتی ہے فخر پسندی کی ہمہ گیری اس سے ظاہر ہے کہ جب اپنی ذات قابل مدح صفات سے خالی ہوتی ہے تو اپنے طرفداروں اور اپنے خاندان والوں کے فضائل پر فخر کیا جاتا ہے۔

عرب میں اسکا چرچا دُنیا بھر سے زیادہ تھا کبھی فضائل حسنہ پر فخر تھا اور کبھی جواہر حسب و نسب کو تاج افتخار کا طرہ زریں بنایا جاتا تھا عربی مشاعروں اور عربی لڑائیوں کے اوقات میں نقیبانہ انداز سے ان کا ذکر ہوتا تھا درحقیقت عرب میں وہ آدمی کسی شمار میں نہ تھا جسمیں کوئی خاص فضیلت نہو عرب کی یہی سرشت تھی جس نے اسلام کو تحریض خیر میں بہترین مدد دی اگر عرب کی اخلاقی زمین قابل کاشت نہوتی تو تخم عمل کا پھل حاصل کرنا کسی ہاتھ کے لیے بھی آسان نہ تھا اس طبقہ اور ملک میں اخلاق پسندی ہمیشہ سے موجود تھی صرف انکی بادیہ گردی و خانہ بدوشی نے کتاب اخلاق کی تدوین نہ کی تھی چونکہ ملکی اثرات سے خانہ بدوشی انکے گلے کا ہار تھی اس بنا پر تقریباً وہ کہ خدائی و تمدن سے ناواقف تھے اگرچہ انکی حمایت، اخلاق بھی قابل انکار نہیں ہے لیکن اُن میں جو کچھ صفات موجود تھے وہ اکتسابی نہ تھے بلکہ قدرت نے اُن میں ودیعت کیے تھے اسی بنا پر

اُنکی فطرت اصلاح کی خواہشمند تھی آخر اسلام آیا اور خُلق عظیم والا اُٹھا" اور اُس نے کہا کہ میں اتمام مکارم اخلاق کے لیے بھیجا گیا ہوں یہ آواز بھی اسکی دلیل ہے کہ اُنمیں اخلاق موجود تھے البتہ ناتمام اور قابل اصلاح تھے۔

اسلام نے تکمیل اخلاق کا بیڑا اُٹھایا اور چار دانگ عالم کو قبول کرادیا کہ جزیرہ نمائے عرب کے اخلاقی درس دُنیا بھر کے لیے ایک طرح قابل قبول ہیں یہ اخلاق نامہ صرف ایک مختصر سے بے آب و گیاہ خطۂ ملک ہی کے لیے نہیں بلکہ سرد و گرم ممالک کالے گورے سُرخ و زرد رنگ انسان پر اسکی وسعت حاوی ہے۔

اسلام نے ایک طرف تو اُنکے اخلاق کی تائید کی دوسری جانب اپنا حق اصلاحی و اُستادی بھی فراموش نہیں کیا۔ ان میں مدتوں سے دو قسم کے افتخار چلے آتے تھے ذاتی و صفاتی ان میں سے پہلی قسم کو ترقی دیگئی لیکن دوسری قسم (صفاتی) جسمیں حسب و نسب بھی شامل تھا یک لخت اُڑا دی گئی اور قرآن عظیم نے ببانگ دُہل منادی کی۔

انا خلقناکم من ذکر و انثی وجعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

ہم نے تم کو ایک مرد و عورت سے پیدا کیا اور گروہ گروہ اور خاندان خاندان کردیا تاکہ تم پہچان سکو خدا کے نزدیک تو صرف وہی بزرگ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

صورت خلقت کی وحدت نے بتادیا کہ شیوخ عرب ہوں یا غلامانِ حبش انمیں کوئی امتیاز نہیں ہے یہی وہ عام مساوات ہے جسپر اسلام کو ناز ہے اور عالم مذاہب میں اسی مساوات کی خصوصیت اسلام کے لئے ہے لیکن اس آیت نے فخر ذاتی کو کوئی نقصان نہیں پہونچایا بلکہ اہل تقویٰ کی بزرگی مستند ہوگی اور یہ راستا جس طرح اپنی ابتدا میں کھُلا ہوا تھا اُسیطرح کھُلا رہا بلکہ اہل تقویٰ میں مجاہدین کو اور بھی خصوصیت عطا ہوئی۔

فضل اللہ المجاھدین باموالھم وانفسھم علی القاعدین درجۃ

خدا نے جان و مال سے جہاد کرنے والوں کو قاعدین پر ایک درجہ افضلیت دی ہے

پھر مجاہدین میں سابقین منتخب ہوے اور آیت نے عام لوگوں کی برابری کو صاف الفاظ میں روک دیا لایستوی من انفق قبل الفتح و قاتل۔ چونکہ جہاد عمل ہے اور عمل میں کثرت و قلت کا وجود ناگزیر ہے اسلیے مجاہدین میں کثیر العمل و قلیل العمل دونوں تھے اور فضیلت کا سہرا اُنھیں کے سر تھا جنکے ہاتھوں نے ابتدائے اسلام سے آخر تک یکساں خدمات جہاد پورے کیے تھے چنانچہ تقسیم صحابہ میں بدری جوان پہلی صف میں گنے جانے لگے لیکن میدان جنگ میں پہونچکر ایک قدم اور نہ بڑھانا انصاف کا خون کرنا ہے اگر خدمات کے صلہ کے طور پر عامہ صحابہ میں بدو والے ممتاز ٹھہرائے گئے تو کوئی وجہ نہیں کہ بدریوں میں اُس شخص کی فضلیت کو بھُلا دیا جائے جو اپنے ہم سیف

جوانوں میں سب سے زیادہ اور نمایاں خدمات کرسکا جنگ بدر کے دو بدو لڑنے والوں میں صرف تین نام ہیں
عبیدہؓ بن حارث حمزہؓ بن عبدالمطلب علیؑ ابن ابیطالب حضرت ابو عبیدہ ایسے زخمی ہوئے کہ آخر اسی
زخم سے شہادت پائی حضرت حمزہ پر اُنکا مقابل غالب آگیا یہانتک کہ رسالتمآب نے اپنے چچا کی جان کا
خطرہ محسوس کرکے اپنے بھائی علیؑ کو ادھر متوجہ کیا چنانچہ امیرالمومنین نے اپنے اور عبیدہ بن حارث اور حمزہ کے
مقابلوں کو تن تنہا قتل کیا یہ جنگ انفرادی کا نتیجہ تھا اور جب لڑائی نے مغلوبہ کا رنگ اختیار کرلیا اُسوقت
بھی علیؑ سب سے آگے تھے چنانچہ کفار قریش کے مجموعی بہتر کشتوں میں چھتیس تمام مسلمانوں کی کارگذاری کا
نتیجہ تھے اور قرآن شاہد ہے کہ اس لڑائی میں خدا نے ملک بھی بھیجے تھے اور وہ بھی لڑتے تھے لیکن تمام فرشتوں
اور تمام مسلمانوں نے مل کر جتنے قتل کیے امیرالمومنین علیؑ ابن ابیطالب نے تن تنہا اُتنے قتل کیے پھر آپ ہی فرمایئے
کہ اہل بدر اگر تمام صحابہ سے افضل مانے جائیں تو علیؑ تمام اہل بدر سے افضل و ممتاز کیوں نہ تسلیم کیے جائیں۔

انسان وقت و واردات سے مجبور ہے اصحاب بھی انسان تھے اُنکے پیچھے بھی وقت کے مقتضیات
ضرور تھے اور واردات کے اثر سے اُنکو بھی پناہ نہ تھی چنانچہ ہزاروں صحابی ایسے ہیں کہ عہد رسالت کی
تمام لڑائیوں میں شریک نہو سکے اور اگر شریک ہوئے تو کبھی جم کر لڑے اور کبھی فرار پر قرار کیا ظاہر ہے
کہ جو بعض لڑائیوں میں شریک ہوئے اور بعض میں شریک نہو سکے وہ اُس شخص کے برابر نہیں ہوسکتے جو تمام
لڑائیوں میں داد عمل دیتا رہا اور جس نے کبھی شیخ سعدی کے مصرع کہ جاہا کہ سپر باید انداختن کی عملی تصدیق
نہیں کی بلکہ متواتر حملوں کی وجہ سے کرار کا لقب حاصل کیا۔

جہاد چونکہ خالص عمل ہے اس بنا پر اس صف میں وہ لوگ شمار نہیں کیے جاسکتے جنکا جہادی کارنامہ
دوسروں کی قوت بازو کا اثر ہے اسلیئے کہ عامل کو اپنے عمل کی جزا ملے گی نہ کہ دوسروں کا عمل شخص غیر کے
اعمالنامہ میں اضافہ کرے۔ جو لوگ عہد رسالت یا بعد عہد رسالت اپنی تلوار کی چمک نہیں دکھا سکے اور
اُنکے عہد میں صرف ممالک فتح ہوئے وہ علیؑ تو علیؑ محمود غزنوی و سلطان محمد شاہ فاتح و عبدالرحمن الداخل
و چنگیز و حضرت عالمگیر کا بھی مقابلہ نہیں کرسکتے اسلیئے کہ یہ لوگ لڑائیوں میں خود شریک تھے اور وہ لوگ گھروں میں مقیم تھے۔
بلکہ جو بزرگ میدان جنگ و حدود حرب کے اندر بھی تھے لیکن تماشائیوں کی حیثیت سے وہ بھی ان لوگوں کی
برابری نہیں کرسکتے جو لڑائی میں اپنی جان لڑا رہے تھے ورنہ افضلیت کا جامہ رسد لانے والے ٹٹوؤں کو
نہ دینا ایک عظیم حق تلفی ہوگی عجب نہیں کہ اسی خیال کے لوگوں کی طرف سے ان جانوروں کو عادی مرد کا

خطاب عطا ہوا ہو جس کی موزونیت ظاہر ہے۔

اگرچہ صفات حسنہ کے اظہار میں بھی صاحبان خلق کی زبانیں خاموش رہنا پسند کرتی تھیں پھر بھی زبان قدرت کی گویائی کا رد کرنے والا کوئی نہ تھا اگر یہ چُپ تھے تو قرآن پکار رہا تھا۔

افمن یعلم انما انزل الیک من ربک الحق — جو شخص جانتا ہو کہ جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہو سچ ٹھیک ٹھیک ہو

کمن ھو اعمیٰ انما یتذکر اولوا الالباب — کیا اُس شخص کے برابر ہو سکتا ہو جو بالکل اندھا ہو یہ باتیں صاحب عقل ہی سمجھتے ہیں

اس آیت کا سیاق بتا رہا ہے کہ کوئی جاہل مگر نانیت کا مخمور کسی عالم سے اُلجھ پڑا تھا جسکا فیصلہ یادگار الفاظ میں قدرت نے کیا اگر وجہ فضیلت کثرت علم مانی جا سکتی ہے تو شاید امیرالمومنین علی ابن ابیطالب کی افضلیت سے انکار روز روشن کے انکار کے مثل ہوگا۔ دُنیا کے تمام متمدن ممالک میں پہلی چیز مسئلہ زبان ہے اسلیے کہ علمیات کے اظہار کیلیے سب سے زیادہ اسی کی ضرورت ہی اس معاملہ میں اتنا کہدینا کافی ہے کہ علم نحو امیرالمومنین کی ایجاد ہے۔ دوسری چیز قوم وملت کے لیے قانون ہے جسکو زبان اسلام فقہہ کہتی ہے اس ضروری فن سے اسلام کا کوئی طبقہ بے نیاز نہیں یہ بالکل امیرالمومنین کی ملکیت ہے۔

اسلام کے دو بڑے طبقہ شیعہ و سُنی۔ شیعہ بے اختلاف علیؑ ہی کی فقہہ کے عامل ہیں اہلسنت یہاں چار طبقے حنفی شافعی مالکی حنبلی یہ سب بھی اسی اُستاد فقہہ کے مرید باطفل مکتب ہیں امام ابوحنیفہ امام جعفر صادقؑ کے شاگرد تھے اور امام جعفر صادق تک اُنکے اباے کرام کے ذریعہ سے علم علیؑ ہی منتقل ہوا تھا شافعی امام ابوحنیفہ کے شاگرد محمد بن الحسن کے شاگرد تھے انکا سلسلہ بھی علیؑ تک جا پہونچا امام مالک بن انس ربیعۃ الرائی کے شاگرد تھے ربیعۃ الرائی نے عکرمہ سے حاصل کیا تھا عکرمہ عبداللہ ابن عباس کے شاگرد تھے عبداللہ بن عباس امیرالمومنین علیؑ ابن ابیطالب کے انوار علمی کے اقتباس کرنیوالوں میں مشہور ہیں غرض اسلام کا قانون اپنا وجود ثابت نہیں کر سکتا جبتک کہ دامن علم امیرالمومنین کا اعتصام نہ کرے۔

انکے ماسوا صوفیہ ان کے بھی چار گروہ ہیں چشتیہ۔ سہروردیہ۔ نقشبندیہ۔ قادریہ اول کے تین طبقہ بے عذر علیؑ کی شاگردی کا دم بھرتے ہیں۔ رہے قادریہ وہ حضرت ابوبکر کی تعلیم کے قائل ہیں اسلیے کہ انکا نسب نامہ علمی حضرت محمد بن ابی بکر تک پہونچتا ہے لیکن دُنیا جانتی ہے کہ حضرت محمد اپنے باپ حضرت ابوبکر کے روز وفات صرف ڈھائی برس کے تھے آپ کی دودھ بڑھائی کو چھ ماہ گذرے تھے میں نہیں جانتا کہ حضرت ابوبکر اپنے ننھے بچے کو رموز صوفیہ کی تعلیم کیونکر دے سکے حضرت ابوبکر کے بعد جو

آپ کے جانشین ہوئے وہ تو اس علم کا بار اُٹھا نہ سکے اور حضرت محمد نے اپنی شیر خوارگی پر اُٹھا لیا کیا خوب بات ہے

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

محمد بن ابی بکر کا نام خود اسکا ضامن ہے کہ اس طبقہ نے خوش اعتقادی سے آپکا نام لے لیا ہے ورنہ انکی تعلیم بھی حضرت امیرالمومنین ہی نے پوری کی دُنیا کو یہ معلوم ہے کہ انکی پرورش خانہ مرتضوی میں ہوئی اور ثالث الحسنین پکارے گئے غرض اس صف میں بھی علیؑ کے سوا کوئی روادار جان نظر نہیں آتا۔

سبقت الی الاسلام البتہ عظیم معرکہ کی جگہ ہے علامہ جاحظ نے اس رسالے میں سب سے زیادہ اسی پر زور دیا ہے مگر سید جعفر نقیب نے بھی وہ وہ جواب دیے ہیں کہ شاید و باید انکی تفصیل ناظرین رسالے میں دیکھینگے ہم اجمالاً چند کتابوں کا ذکر کیے دیتے ہیں جنکے نزدیک امیرالمومنین کی سبقت مسلم ہے۔ تاریخ طبری (۲) کتاب المعارف ابن ابی قتیبہ (۳) تاریخ یعقوب الفسوی (۴) تاریخ ابو زرعۃ الدمشقی (۵) تاریخ ابواسحٰق الثعلبی (۶) فضائل سمعانی (۷) کتاب ابی بکر شیرازی (۸) خصائص العلویہ (۹) حلیۃ الاولیا ابونعیم (۱۰) اربعین خطیب (۱۱) تاریخ بغداد خطیب (۱۲) مسند امام احمد بن حنبل (۱۳) فردوس الدیلمی (۱۴) شرف النبی خرگوشی (۱۵) جامع ترمذی (۱۶) ابانہ العکبری (۱۷) طبقات الکبریٰ ابن سعد کاتب (۱۸) اربعین خوارزمی (۱۹) کتاب ابن مردویہ الاصفہانی (۲۰) رسالۃ القوامیہ (۲۱) مسند موصلی اسی طرح صحابہ و تابعین جو سبقت علیؑ کے قائل ہیں انکی سرسری فہرست یہ ہے حضرت ابوبکر۔ سلمان فارسی۔ ابوذر۔ مقداد عمار یاسر زید بن صوحان۔ حذیفہ۔ ابوالہیثم خزیمہ۔ ابوایوب انصاری۔ ابی رافع۔ ام المومنین ام سلمہ سعد بن ابی وقاص ابوموسیٰ اشعری۔ انس بن مالک ابوطفیل جبیر بن مطعم عمر بن الحمق۔ دحیۃ العرنی جابر انصاری حارث الاعور حبابۃ الاسدی مالک بن حویرث قثم بن العباس۔ سعید بن القیس۔ عبداللہ ابن عباس۔ شعبی حسن بصری۔ ابوالبختری وغیرہ وغیرہ۔

اسی بنا پر اب قریب قریب سارے مسلمانوں میں آپ کی افضلیت بے شک و ریب ہے اور جو چند اس پُرانی لکیر کے فقیر بنے بیٹھے ہیں وہ بھی اپنی وضع کو زیادہ نباہ نہیں سکتے۔

فصول مہمہ مالکی وغیرہ میں یہ واقعہ لکھا گیا ہے کہ ایک روز طلحہ بن شیبہ و عباس بن عبدالمطلب علیؑ ابن ابیطالب میں مفاخرت شروع ہوئی طلحہ نے کہا میں کلید بردار خانہ کعبہ ہوں عباس نے کہا سقایت حجاج کا میں مالک ہوں امیرالمومنین نے فرمایا کہ میں سب سے پہلے اسلام لایا اور سب مسلمانوں سے پہلے ... سال

قبل نماز پڑھی اور خدا کی راہ میں جہاد کیا یہ قضیہ آپس میں جب طے نہوا تو رسالتمآب کی خدمت میں
یہ مسئلہ پیش ہوا آپ تو ساکت رہے لیکن قرآن نے بولنا شروع کیا۔

اجعلتم سقایة الحاج وعمارة المسجد الحرام
کمن آمن باللہ والیوم الآخر وجاھد
فی سبیل اللہ لا یستوون عند اللہ واللہ
لا یھدی القوم الظالمین

کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور عمارت مسجد حرام کا آباد کرنا اس شخص کے
برابر کر رکھا ہے جو خدا اور روز آخرت پر ایمان لایا اور خدا کی راہ میں
جہاد کیا خدا کے نزدیک یہ ہرگز برابر نہیں ہے اور خدا قوم ظالم
کی ہدایت نہیں کرتا

امیرالمومنینؑ و حضرت ابوبکر ہی کی فضیلت نہیں اب عرب میں اکتساب خیر کا شوق کامل تھا اور
ایک دوسرے سے بڑھ جانا چاہتا تھا اور یہی ذریعہ مفاخرت تھا حضرت عمرؓ نے حضرت اسماؓ بنت عمیس
سے جھٹ کہدیا کہ تمہاری ہجرت حبشہ سے ہماری ہجرت افضل ہے اسما بگڑ گئیں کہا واہ واہ تم تو رسولخداؐ
کے ساتھ تھے جو تم کو بھوک میں کھلاتے تھے تعلیم دیتے تھے اور ہم ملک و اہل وطن سے دور حبش میں
پڑے ہوے تھے جہاں خدا کے سوا کوئی ہمدرد نہ تھا غرض یہ قصہ بھی آنحضرتؐ کے سامنے پیش ہوا اور
آپ نے حضرت عمر کی ہجرت پر اسماء بنت عمیس کی ہجرت کو افضل قرار دیدیا اس زبردست فتح کی خوشی
مدینہ میں اور خصوصاً مہاجرین حبشہ میں جس طرح منائی گئی وہ تاریخ کے صفحوں پر موجود ہے۔

اسمیں شک نہیں کہ اس مفاخرت نے اسلام کو بہت کچھ فائدہ پہونچایا ایک طرف تو اسلام کی
مردم شماری میں اچھے لوگوں کا اضافہ ہونے لگا دوسری طرف غیر اقوام انکے خصائل حسنہ سے مرعوب
ہو گئے اور بہت سے اسلام لے آئے انکی اکتساب سعادت کی یہ نوبت پہونچی کہ اگر انمیں سے کوئی کسی سے
پیچھے رہ جاتا تھا تو اُسکو عمر بھر رنج یا افسوس رہتا تھا۔ حضرت ابوبکر فرمایا کرتے تھے کہ کاش کچھ پہلے
اسلام لے آتا تو میں ہی سابق الاسلام کا لقب پاتا حضرت عمر کا قول تھا کہ خیبر میں رسالتمآبؐ نے جو حدیث
(حدیث رایت) حضرت علیؑ کے لیے فرمائی وہ حدیث میرے باپ کی تمام اولاد کے لیے ہوتی تو بھی میرے
لیے باعث مسرت ہوتی۔

جب امیرالمومنینؑ نے حالت رکوع میں سائل کو انگوٹھی دی اور آیہ انما ولیکم اللہ الخ نازل ہوئی
تو حضرت عمر ہی نے پے در پے چالیس انگوٹھیاں دیں لیکن (ما نزلت) کوئی آیت نہ اتری متعصب
لوگ کہتے ہیں کہ یہ حضرت عمر کا حسد اور رشک تھا لیکن یہ بالکل غلط ہے شوق ہمیشہ آنکھ پر پردہ ڈالدیتا ہے

آپ اکتساب خیر میں ہمہ تن کوشاں تھے اسلیئے اپنی اور علیؑ کی ذات میں امتیاز نہ کرسکے۔

ابھی کل کا واقعہ ہے کہ ہمارے ایک شکاری دوست نے بھاگتے ہوئے ہرن پر دو ہزار گز کے فاصلے سے فیر پر فیر کرنے شروع کر دیے درانحالیکہ غریب کی بندوق کو تین سو گز پر توڑ کرنے کی عادت تھی کیا ان کو ہرن سے حسد تھا نہیں زیادتی شوق نے کارتوس بھی کھوائے اور ہرن کو بھی گنوایا اور اارادہ میں ناکامی ہوئی۔

مفاخرت و فخر طلبی نے فائدہ بھی پہونچایا اور دوستوں نے اکتساب خیر بھی خوب خوب کیا لیکن نتیجہ جان کا جنجال ہو گیا یعنی افضلیت کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ افضل کسی کا زیر دست نہو مگر مصلحتوں نے اعلیٰ کو ادنیٰ کرنے میں تامل نہ کیا اور جب آنکھیں کھلیں تو یہ ضد پیدا ہوگئی کہ اپنے کیے کو برا کیوں کہیں اسلیئے کوششیں شروع ہوئیں کہ ادنیٰ کو اعلیٰ بھی ثابت کیا جائے ورنہ خلافت ہاتھ سے چلی چنانچہ علامہ جاحظ کا یہ رسالہ انھیں ان تھک کوششوں کی زنجیر کی ایک مصنوعی کڑی تھی لیکن خدا بھلا کرے سید جعفر نقیب کا جنھوں نے اسکو بھی توڑ ڈالا لطف یہ ہے کہ ان دونوں میں کوئی شیعہ نہیں ہے علامہ جاحظ کی طرح سید جعفر نقیب بھی معتزلی ہیں مگر علامہ جاحظ نے سمجھ لیا تھا کہ علیؑ کی افضلیت مان لینے کے بعد انکو خلافت سے محروم کرنا دشوار ہو جائے گا لیکن سید جعفر نے شاید ادھر زیادہ غور نہیں کیا

مگر ہم کو اپنے دوست مولانا سید انصار حسین صاحب قبلہ مترجم رسالہ کی وقت شناسی کے قائل ہیں اُن مصنفین نے یہ رسالے ایسے وقت لکھے تھے جب علیؑ کی افضلیت مان لینے کے بعد خلافت دیدینا پڑتی اور یہی وجہ عذر عظیم تھی

گر زر طلبی سخن درایں است

لیکن مترجم نے اُردو میں یہ خدمت اُسوقت پوری کی ہے جب تُرک خلافت کے جہلم اور دلسیہ سے بھی فارغ ہو چکے اب تو ہم ہیں اتنا مان لینا کہ بعد سرور کائنات علیؑ ابن ابیطالب افضل صحابہ تھے اور اُن کا حق ظلم سے لیا گیا کوئی دشوار امر نہیں ہے۔

اسکے بعد مصنفین کا تعارف بھی ضروری ہے سید جعفر نقیب کے لیے اتنا کہدینا کافی ہے کہ اگرچہ ان کا مذہب معتزلی تھا لیکن سید تھے ان کی قوت علمی کے دو ثبوت ہیں ایک انکا لخت جگر یہ رسالہ دوسرا نور نظر ابن ابی الحدید جوان کا شاگرد اور فرزند روحانی ہے۔

علامہ جاحظ کی شہرت عالمگیر ہے آپ کا پورا نام ابو عثمان عمر بن بحر بن محبوب الکنانی اللیثی ہے

آپ فرقۂ معتزلہ میں گروہ جاحظیہ کے بانی ہیں آپ کی تصنیف بڑا حجم رکھتی ہے کتاب البیان والتبیین ان ہی گل سرسبد ہے سیرت علمی میں جس طرح آپ کا نظیر نہ تھا اُسی طرح بدصورتی میں بھی عدیم المثال تھے۔ ایک عورت کو شیطان کی تصویر درکار تھی اور مصور بے دیکھی صورت کے خط وخال پیدا کرنے سے معذور تھا لہذا اُس عورت نے علامہ جاحظ ہی کو مصور کے سامنے پیش کرکے کہا کہ آپ ہو بہو متشابہ ہیں۔ زبان عرب میں حجوز آنکھوں کے ڈھیلے کے اُبھر آنے کو کہتے ہیں چونکہ آپ کی آنکھوں کے ڈھیلے دور سے یوں نظر آتے تھے کہ گویا کسی نے اوپر سے جڑ دیے ہیں اسلیے آپ کو جاحظ کہنے لگے آپ کی زندگی کا آخری حصّہ بہت بُرا گزرا پاؤں میں نقرس تھا اور ہاتھ پر فالج خود کہا کرتے تھے کہ جسم اعلیٰ اتنا بےحس ہے کہ قینچی سے کاٹا بھی جائے تو خبر نہو اور پاؤں میں وہ درد ہے کہ مکھی بیٹھ جائے تو معلوم ہو کہ پہاڑ پھٹ پڑا۔ خدا جانے یہ مرض اس رسالہ لکھنے کے بعد پیدا ہوئے یا قبل۔ آپ کا وطن وہی بصرہ ہے جہاں کے لوگوں نے مشہور جمل کی لڑائی لڑی تھی آپ کا انتقال ۲۵۵ھ بصرے ہی میں ہوا۔

سید اولاد حسین شاعر (لکھنوی)
یکم اکتوبر ۱۹۲۸ء
رامپور اسٹیٹ بازار ملا ظریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامدًا ومصلیًا

ابو عثمان علامۂ جاحظ نے کہا ہے کہ فرقۂ عثمانیہ (طرفداران حضرت عثمان غنی) اس بات کا قائل ہے کہ افضل اُمت اور امامت کے واسطے اولیٰ اور مستحق تر حضرت ابو بکر بن ابی قحافہ ہیں بایں وجہ آپ کو شرف اسلام اس طرح حاصل ہوا جو اس زمانہ میں کسی دوسرے بشر کو میسّر نہ ہوا اسپر دلیل یہ ہے کہ لوگوں نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے کہ پہلا اسلام لانے والا کون ہے - کچھ لوگ تو اسکے قائل ہیں کہ ابو بکر سابق الاسلام ہیں اور بعض زید بن حارثہ اور بعض خباب بن الارت کو سب سے پہلا ایمان لانے والا بتاتے ہیں -

لیکن جب ہم نے ان دعویٰ کرنے والوں کے اخبار کا تجسس اور اُنکی احادیث کا احصا اور اُنکے رجال کا احاطہ اور شمار کیا اور انکی اسناد کی صحت وسقم کو بنظر تامل جانچا تو اس خبر کو جو حضرت ابو بکر کے سابق الاسلام ہونے پر دال ہے اُسکو عام اور اُسکے رجال کو اکثر اور اسکی سندوں کو صحیح تر پایا اس خبر کی شہرت بھی زیادہ ہے اور اُسکے الفاظ بھی نہایت صاف اور واضح ہیں پھر اُس کی تائید میں اشعار صحیحہ اور اخبار مستفیضہ موجود ہیں جو آنحضرتؐ کی زمانۂ حیات میں اور بعد وفات تصنیف ومنقول ہوئے ہیں - اور جبکہ اشعار کے مورد ومخرج ومقامات نقل میں - باہمی اتفاق وبابجد وسازش کا خیال ناممکن وممنوع ہو تو پھر ان میں اور اخبار میں کوئی فرق نہیں رہتا لیکن ہمکو چونکہ اس استدلال کے علاوہ دوسرے طریق سے بھی استدلال وحجت کی قدرت حاصل اور اپنے قوت وغلبہ کا وثوق کامل ہے لہذا ہم اس مذہب سے قطع نظر کرتے ہیں اور اپنے مقابل کے فیصلہ کو مان کر دینے حضرت ابو بکر کو ادنیٰ درجہ پر قرار دے کر کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے دو فریق موجود ہیں ایک وہ جو اس کا قائل ہے کہ وہ (ابو بکر) زید بن حارثہ اور خباب سے پہلے ایمان لائے اور دوسرا کہتا ہے زید وخباب ان سے پہلے اسلام لائے ظاہر ہے کہ متوسط مذہب سب سے زیادہ معتدل ہے خیر الامور اوسطہا اور محبت عام صحابہ سے بھی یہی مذہب قریب تر ہے اور ہمارا مخالف بھی غالباً اس سے راضی ہوگا کہ ہم ان سب کے اسلام کو ایک ساتھ قرار دیں اس لیئے کہ دونوں

فرقوں کے اخبارات وروایات (بزعم خود) یکساں اور مساوی ہیں اور عقل صحیح کے نزدیک کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں بعد ازیں اب ہم امامت ابوبکر پر ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں جو اس بارہ میں وارد ہیں نیز ان آثار و علامات سے جن سے رسولخدا نے بمقابلہ اغیار ان کو نمایاں کرکے دکھایا محدثین کا قول ہے کہ منجملہ روایات جو سبقت اسلام حضرت ابوبکر میں وارد ہیں ایک وہ روایت ہے جس کو ابوداؤد اور ابن مہدی نے شعبہ اور ابن عقبہ اور انھوں نے حریری سے اور اُس نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے۔

قال ابوبکر انا احقکم بھذا الامر یعنی الخلافۃ	ابوبکر نے کہا میں تم سب سے زیادہ خلافت کا حقدار ہوں
الست اول من صلی	کیا میں سب سے پہلا نماز گزار نہیں ہوں

اور عباد بن صہیب نے یحییٰ بن عمیر سے اور اس نے محمد بن منکدر سے روایت کی ہے کہ رسولخدا نے فرمایا۔

ان اللہ بعثنی بالھدی ودین الحق الی کافۃ الناس	جب خدا نے مجکو ہدایت اور دین حق کے ساتھ تمام لوگوں کیطرف
فقالوا کذبت وقال ابوبکر صدقت	بھیجا تو سب نے مجھے جھٹلایا مگر ابوبکر نے کہا آپ سچ کہتے ہیں

اور یعلی بن عبید راوی ہے کہ ایک شخص ابن عباس کے پاس آیا اور پوچھا کہ لوگوں میں سب سے پہلا مسلمان کون ہے انھوں نے کہا کیا تو نے حسان بن ثابت کا یہ قول نہیں سنا ؎

اذا تذکرت شجوا من اخی ثقۃ	فذکر اخاک ابا بکر بما فعلا
جب تجھے کسی معتمد کی بیوفائی یاد آئے	تو اپنے برادر دینی ابوبکر کی وفاگزاری کو یاد کر
الثانی التالی المحمود مشھدہ	واول الناس منھم صدق الرسلا
رسول کا ثانی در ردیف و تابع جسکا حضور پسندیدہ ہے	اور لوگوں میں سب سے پہلا شخص جس نے رسولوں کی تصدیق کی

اور ابو محجن شاعر کہتا ہے :۔ ؎

سبقت الی الاسلام واللہ شاھد	وکنت حبیبا بالعریش مشھرا
اے ابوبکر خدا اسکا گواہ ہے کہ تمنے اسلام کیطرف سبقت کی	اور عریش میں رسولخدا کا رفیق مشہور تو ہی ہے

اور کعب بن مالک نے کہا ہے :۔ ؎

سبقت اخا تیم الی دین احمد	وکنت لدی النیران فی الکھف صاحبا
یعنی اے برادر تیمی (ابوبکر) تمنے دین احمد کیطرف سبقت کی	اور وقت ہجرت غار میں اُن کا ساتھی تھا

اور ابن شیبہ نے عبداللہ بن ادریس سے اور وکیع نے شعبہ سے اور اس نے ابن مرہ سے روایت کی ہے۔ نخعی کا قول ہے ابوبکر اول من اسلم حضرت ابوبکر اسلام قبول کرنے والوں میں سب سے پہلے شخص ہیں۔

اور ہشیم نے یعلی بن عطا اور اس نے عمر بن عنبسہ سے روایت کی ہے کہ میں خدمت جناب رسولخدا میں جبکہ آپ بازار عکاظ میں تشریف فرما تھے۔ حاضر ہوا اور پوچھا کہ آپ سے اسلام پر کس کس نے بیعت کی تو آپ نے فرمایا بایعنی حر وعبد یعنی ایک آزاد اور ایک غلام نے مجھ سے بیعت کی میں نے اسوقت اپنے آپ کو عناصر اسلام میں چوتھا عنصر پایا بعض اصحاب حدیث نے بیان کیا ہے کہ یہاں حُر (آزاد) سے حضرت ابوبکر مراد ہیں اور عبد سے حضرت بلال۔

اور لیث بن سعد نے معاویہ بن صالح اور اس نے سلیم بن عامر اور اُس نے ابوامامہ سے روایت کی ہے کہ مجھ سے عمر بن عنبسہ نے کہا کہ میں نے رسولخدا سے بازار عکاظ میں پوچھا من تبعک کس کس نے آپکی متابعت کی آپ نے فرمایا تبعنی حر وعبد ابوبکر و بلال میری متابعت ایک آزاد اور ایک غلام ابوبکر و بلال نے کی ہے۔

اور عمر بن ابراہیم ہاشمی نے عبدالملک بن عمیر سے اور اس نے اُسید بن صفوان صحابی رسول سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر نے وفات پائی تو امیرالمومنین علی ابن ابی طالب اُنکے جنازے پر فرمانے لگے رحمک اللہ ابابکر کنت اول الناس اسلاما۔ اے ابوبکر خدا تم پر رحمت کرے کہ تم اسلام میں سابق تھے۔

اور عباد نے حسن بن دینار سے اور اس نے بشر ابن زینب اور اُس نے عکرمہ غلام عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ جب میں ہاشمیوں سے ملتا ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ پہلے مسلمان علیؑ بن ابی طالب ہیں اور جب میں باخبر لوگوں سے ملتا ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ پہلے مسلمان حضرت ابوبکر ہیں۔

ابوعثمان جاحظ کہتے ہیں کہ فرقہ عثمانیہ کا مقولہ ہے کہ اس مقام پر اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ بتاؤ اسکی کیا وجہ ہے کہ طبقہ سابقین میں تم نے علیؑ ابن ابی طالب کا نام نہیں لیا حالانکہ علیؑ کا مقدم الاسلام ہونا اور اس بارے میں روایتوں کی کثرت بخوبی تمہارے علم میں ہے تو ہم اس کا یہ جواب دیں گے کہ بیشک یہ روایت صحیحہ و شہادت مقبولہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ وہ (علیؑ) نوعمری

اور نا تجربہ کاری و صغر سنی ہی میں اسلام لے آئے تھے ہم ناقلین کی روایت کی تکذیب تو نہیں کرتے۔ مگر یہ بھی ہمارے امکان میں نہیں ہے کہ ان کے اسلام کو تجربہ کار بالغین کے اسلام کا جیسا یہ بنا کر انھیں اُن میں شامل کر دیں اس لیے کہ ایک جماعت قلیل کا تو یہ زعم ہے کہ وقت اسلام وہ کُل پانچ برس کے بچے تھے اور اکثر کا گمان یہ ہے کہ نو برس کے تھے پس قیاس عقلی یہ چاہتا ہے کہ ہم دونوں قسم کی روایات کا اوسط نکال لیں اور درمیانی بات کو اختیار کریں اسمیں حق و باطل کی تمیز ہو جاتی ہے ہم اُن کے سن کا زمانہ اس طرح شمار کرتے ہیں کہ ہم نے خود اُن کے اور ابوبکر و عمر و عثمان کے زمانہ خلافت کے سنوں کا حساب کیا اور مکہ و مدینہ میں نبی کے ہمراہ رہنے کی مدت کا شمار کیا جب ہم نے یہ عمل کیا تو معلوم ہوا کہ اسلام لانے کے وقت وہ سات سال کے تھے کیونکہ اُن کی شہادت کی اجماعی تاریخ رمضان سنہ ۴۰ھ ہے۔

ابوجعفر نقیب کا رد

ابو جعفر اسکانی نے جواب میں کہا ہے کہ اگر لوگوں پر الفت اور محبت تقلیدی کا غلبہ نہ ہوتا تو ہمیں فرقۂ عثمانیہ کے احتجاج و استدلال کے رد کی کوئی ضرورت نہ تھی مگر بلا استثناء یہ سب کو معلوم ہے کہ ان کے (فرقۂ عثمانیہ) ارباب اقوال کو دولت و حکومت کی قوت حاصل تھی اور ان کے شیوخ و علماء و امراء کا اقتدار و نافذ القول ہونا اور اُن کا قہر و غلبہ ہر ایک پر روشن ہے نہ اُنکو کسی کا خوف تھا نہ تقیہ کی کبھی حاجت پڑی جو شخص فضیلت ابوبکر میں روایت کرتا تھا اسکا اکرام و احترام کیا جاتا تھا اور جائزہ و انعام ملتا تھا بنی اُمیہ کو اسکی بیحد کد و کاوش تھی اور محدثین طمع مال و طلب جاہ میں جو ان (بنی اُمیہ) کے قبضہ میں تھا کیسی کیسی روایات و احادیث جمع کر رہے تھے اس گروہ نے اپنی طویل مدت حکومت میں علیؑ اور اُنکی اولاد کی گمنامی اور اُنکے نور کے بجھانے اور اُنکے فضائل و مناقب و سوابق کے چھپانے میں اپنی حد بھر کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا لوگوں کو بالائے منبر انکی سب و شتم و لعنت پر آمادہ کیا ہمیشہ انکی تلوار سے اُن کا خون ٹپکتا رہا حالانکہ انکی تعداد کم اور دشمن بکثرت تھے یا تو وہ قتل و قید ہوتے یا جلا وطن کیے جاتے یا بخوف جان خود بھاگے بھاگے پھرتے یا ذلت کی حالت میں پوشیدہ اور اُمید و بیم میں مبتلا رہتے تھے یہاں تک کہ فقیہہ و محدث و قاضی و متکلم جو

دربار میں بلائے جاتے تھے۔ اُن سے سخت تاکید و تہدید کی جاتی تھی کہ خبردار خبردار فضائل بنی ہاشم کو ہرگز ہرگز بیان نہ کرنا ورنہ تم کو سخت سزائیں دیجائینگی۔ کسی کو ان کے پاس جانے کی بھی اجازت نہ تھی محدثین کے تقیہ کی یہ نوبت ہو گئی تھی کہ اگر کوئی حدیث علیؑ مرتضی سے روایت کرتا تو صاف صاف نام نہ لیتا تھا بلکہ اشارہ کیا جاتا تھا۔ قال رجل من قریش و فعل رجل من قریش یعنی قریش میں سے ایک شخص نے ایسا کہا اور یہ کیا۔ مجال نہ تھی کہ ذکر یا نام علیؑ زبان پر آسکے۔

پھر جن لوگوں نے اختلاف کیا ہے اُنکو دیکھا جاتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ وہ حضرات ہیں جو اُنکے فضائل کے مٹانے پر آمادہ ہیں اور اُنہیں حیلے اور تاویلیں پیدا کرتے ہیں لیکن انہیں کوئی تو ہیں خارجی اور کوئی کمینہ توز ناصبی کوئی انکی سب و شتم کا درپے کوئی معاند و کاذب و منافق اور کوئی عثمانی حاسد ہے جو طعنہ زنی اور اعتراض کا درپے ہے کوئی انہیں معتزلی بھی ہے جو کلام سے واقف اور بخوبی اختلاف سے مطلع اور مقامات شبہ اندوزی و طعن و تشنیع اور اقسام تاویل کا عارف ہے لیکن امیر المومنینؑ کے مناقب کو رد کرنے میں حیلوں کا متلاشی اور فضائل مشہورہ میں تاویل کا متجسس ہے کبھی بیجا تاویلات پیدا کرتا اور کبھی غلط خیال سے اُنکی وقعت گھٹاتا ہے لیکن باوجود ان تمام سعیہائے نامشکور کے ان میں کوئی کمی نہیں آتی بلکہ روز بروز انمیں قوت و رفعت و وضاحت و بہجت زیادہ ہوتی ہے یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ معاویہ و یزید اور انکے بعد خلفائے مروانیہ نے اپنی پوری مدت حکومت میں جو اسی برس کا طویل زمانہ ہے لوگوں کو انکی سب و شتم و لعن کرنے پر آمادہ مناقب و فضائل کے چھپانے اور حقائق و شرف پر پردہ ڈالنے پر بیحد مجبور کیا اور کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا چنانچہ خالد بن عبد اللہ واسطی نے حصین بن عبد الرحمن سے اس نے ہلال بن یساف اور اس نے عبد اللہ بن ظالم سے روایت کی ہے کہ جب معاویہ کی بیعت ہو چکی تو مغیرہ بن شعبہ نے کچھ خطیب مقرر کیے جو علی مرتضیٰؑ پر بالائے منبر لعنت کریں یہ دیکھ کر سعید بن عمرو بن زید بن نفیل نے بحیرت لوگوں سے کہا کہ تم اس ظالم کو نہیں دیکھتے جو ایسے شخص پر لعنت کا حکم دیتا ہے جو اہل جنت میں سے ہے اور سلیمان بن داؤد نے شعبہ سے اور اس نے حر بن صباح سے روایت کی ہے کہ میں نے عبد الرحمن بن اخنس کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ میں اس امر کا شاہد ہوں کہ مغیرہ بن شعبہ نے خطبہ میں علیؑ کا ذکر بے عنوانی سے کیا۔

ابو کریب کی روایت ہے کہ ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا کہ صدقہ بن مثنی نخعی سے میں نے سنا اسنے ریاح بن الحرث سے سُنا تھا کہ مغیرہ بن شعبہ مسجد اعظم میں بیٹھا ہوا تھا اور لوگوں کا مجمع تھا کہ ناگہاں خطیب نے خطبہ شروع کیا

اور اُس نے مغیرہ کو مخاطب کر کے علیؑ کو بُرا کہا اور محمد بن سعید اصفہانی نے شریک وہ محمد بن اسحق و عمر بن
علی ابن الحسینؑ سے روایت کی ہے کہ علی ابن الحسینؑ نے فرمایا کہ مجھ سے ایکدن مروان نے کہا کہ تمام مدینہ میں
تمھارے صاحب (علیؑ) سے زیادہ ہمارے صاحب (عثمان) کا کوئی حمایت وحفاظت کنندہ نہ تھا میں نے
کہا پھر کیا سبب ہے کہ تم بالائے ممبر علی الاعلان اُنکو بُرا کہتے ہو اُسنے کہا کیا کیا جائے اسکے بغیر حکومت ہمارے لئے استحکام نہیں ہو سکتا
اور مالک بن اسمٰعیل نے ابی سیف سے روایت کی ہے کہ ایک روز مروان نے خطبہ پڑھا اور مجلس میں امام حسنؑ بھی تشریف
فرما تھے جب اُس نے علی مرتضیٰؑ کو بُرا کہا تو امام حسنؑ نے فرمایا کہ اے مروان تجھ پر وائے ہو کیا وہ شخص (علیؑ) بدترین
ناس میں سے تھا تو جس کی سب وشتم کر رہا ہے اُس نے کہا نہیں بلکہ وہ بہترین ناس تھا۔
راوی مذکور سے یہ روایت بھی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ میرا باپ جب خطبہ بیان کرتا تو بلا
تکان بیان کرتا رہتا لیکن جب علیؑ کا ذکر آتا اور اُنکی مذمت کا موقع ہوتا تو اُسکی زبان لڑکھڑا جاتی اور چہرہ کا رنگ
زرد پڑ جاتا اور حالت دگرگوں ہو جاتی میں نے اس سے اسکی نسبت پوچھا تو گھبرا کر کہنے لگا کہ کیا تو نے اسکا اندازہ
کر لیا سن ان لوگوں کو اگر علیؑ کی نسبت وہ علم ہو جائے جو تیرے باپ کو ہے تو انمیں سے ایک بھی ہماری اطاعت نہ کرے۔
ابو غسان نے روایت کی ہے کہ ہم سے ابو یقظان نے بیان کیا کہ عرفہ کے دن ایک شخص اولاد عثمان میں سے
ہشام بن عبدالملک کے سامنے جا کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اے خلیفہ آپکا دن وہ دن ہے جسمیں خلفا
ابو ترابؑ پر لعنت بھیجنا مستحب جانتے تھے۔ عمر بن قتادہ نے محمد بن فضیل سے اور اس نے اشعث بن سوار سے
روایت کی ہے کہ عدی بن ارطاۃ نے بالائے ممبر علیؑ کو بُرا کہا اسپر حسن بصری رونے لگے اور کہا آج ایسے
شخص کو بُرا کہا گیا ہے جو باعتبار دُنیا و آخرت میں رسول خداؐ کا بھائی ہے اور عدی بن ثابت نے اسمٰعیل
بن ابراہیم سے روایت کی ہے کہ میں اور ابراہیم دونوں بروز جمعہ مسجد جامع (کوفہ) کے باب
کندہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ مغیرہ برآمد ہوا اور اس نے خطبہ کہنا شروع کیا بعد حمد وثنائے الٰہی جو کچھ
جی میں آیا بیان کرتا رہا پھر علیؑ کی مذمت پر اُتر آیا یہ دیکھ کر ابراہیم نے میری ران پر ہاتھ مار کر کہا کہ میری
طرف متوجہ ہو اور دوسری باتیں کر اب ہم عبادت جمعہ سے خارج ہیں کیا جو کچھ یہ کہہ رہا ہے تو نہیں سُنتا۔
اور عبداللہ بن عثمان ثقفی نے روایت کی ہے کہ ہم سے ابن ابی سیف نے بیان کیا کہا کہ ابن عامر بن عبداللہ
بن زبیر نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا خبردار علیؑ کا ذکر بجز خیر کے نہ کرنا دیکھ بنی اُمیہ نے اپنے ممبروں پر اسی برس تک
اسپر لعنت کی پھر بھی علیؑ کا کچھ نہ بگڑا بلکہ اُن کی رفعت وشان میں اور ترقی ہوتی گئی

اور عثمان بن سعید نے روایت کی ہے کہ ہم سے مطلب بن زیاد نے بروایت ابوبکر بن عبداللہ صفہانی بیان کیا ہے کہ بنی اُمیہ کا ایک پروردہ تھا جسکو خالد بن عبداللہ کہتے تھے وہ ہمیشہ علی مرتضیٰ کی سب وشتم کیا کرتا تھا ایک جمعہ میں خطبہ کہہ رہا تھا کہ کہنے لگا کہ واللہ گو رسول خدا علیؑ سے کام لیتے تھے لیکن اُنکی حقیقت کو خود بھی خوب جانتے تھے لیکن کیا کرتے دامادی کا خیال تھا۔ درمیان خطبہ میں سعید بن مسیب پر غنودگی طاری ہوگئی تھی اس بات کی بھنک سنکر چونکے اور کہا خدا تمہارا بُرا کرے اس خبیث ملعون نے کیا کہا میں نے ابھی خواب میں دیکھا کہ قبر رسولؐ شگافتہ ہوئی ہے اور رسولؐ خدا برآمد ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اے دشمن خدا تو جھوٹا ہے۔

اور قتادہ نے روایت کی ہے کہ ہم سے اسباط بن نصر ہمدانی نے بروایت سندی بیان کیا ہے کہ ہم مدینہ میں احجار زیت کے قریب بیٹھے تھے ناگاہ ایک شتر سوار آتے ہوئے دکھائی دیا پھر ٹھہر کر علی مرتضیٰ کی سب وشتم کرنے لگا لوگ چاروں طرف سے جمع ہو کر دیکھنے لگے اسی حالت میں یکایک سعد بن ابی وقاص آگئے اور یہ دعا زبان پر جاری کی۔ اللّٰھم ان کان سبّ عبداً صالحاً فارالمسلمین خزیہ (خداوندا اگر اس نے تیرے ایک بندۂ صالح کی بدگوئی کی ہے تو مسلمانوں کو اسکی رسوائی دکھا دے) لمحہ بھر بھی اس دعا کو نہ گزرا تھا کہ اُسکا اونٹ بگڑا اور وہ مُنہ کے بھل زمین پر گرا اور گردن ٹوٹ گئی۔

اور عثمان بن ابی شیبہ نے عبداللہ بن موسیٰ و فطر بن خلیفہ دابی عبداللہ جدلی سے روایت کی ہے کہ میں جناب ام المومنین ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ مخدومہ مجھ سے فرمانے لگیں کہ تم لوگ زندہ ہو اور رسولخدا کی سب وشتم کی جاتی ہے میں نے عرض کی یہ کہاں ہوتا ہے آپنے فرمایا کہ کیا علیؑ اور اُنکے دوستوں کی مذمت نہیں ہوتی۔

اور عیاش بن بکار ضبی نے روایت کی ہے کہ مجھ سے ابوبکر ہزلی نے بروایت زہری بیان کیا کہ ابن عباس نے معاویہ سے پوچھا کہ کیا تو اس شخص (علی) کی سب وشتم بند نہیں کریگا کہا میں ہرگز اس سے باز نہ آؤں گا۔ یہاں تک کہ اس حال پر بچے پرورش پائیں اور جوان بوڑھے ہوں پس جبکہ عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو اُنھوں نے اس سب وشتم کو رد کردیا اسوقت لوگ کہنے لگے کہ خلیفہ نے سنت کو ترک کردیا اور ابن مسعود سے بھی اسی طرح کی روایت وارد ہے یعنی جب عمر بن عبدالعزیز اموی نے اپنے عہد سلطنت میں اس مسئلہ پر کافی غور و خوض کرنے کے بعد سب وشتم امیرالمومنین یعسوب الدین قاتل الناکثین والمشرکین والکافرین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے منع کیا تو لوگ کہنے لگے کہ

سنت تبدیل کردی گئی) ابو جعفر کہتے ہیں یہ امر معلوم ہے کہ بعض سلاطین نے محض اپنی خواہش نفسانی سے کسی
قول یا کسی دین کا احداث کیا اور لوگوں کو اس کا پابند بنایا حتی کہ اسکے خلاف انھیں کسی دوسرے قول یا
دین کی خبر ہی نہ رہی جس طرح حجاج بن یوسف ثقفی نے لوگوں کو قرات عثمان پر مجبور کیا اور ابن مسعود و ابی بن
کعب کی قرات ترک کرادی اور اسکے خلاف ورزی میں وعید و تہدید کی یہ اسکے علاوہ تھا جو اس نے
اور دیگر جباران بنی امیہ و سرکشان بنی مروان نے اولاد و شیعیان علیؑ کے ساتھ سلوک کیا اور اسکا تسلط
تقریباً بیس برس تک قائم رہا۔ بنابرین حجاج کے مرنے سے پہلے اہل عراق کا اجتماع و اتفاق قرات عثمان پر
ہوگیا تھا ان کی اولاد کا نشوونما اسی حالت میں ہوا اور چونکہ ان کے بزرگوں نے دوسری قراتوں کو متروک
کر رکھا تھا لہذا اسکے سوا اُن کو کسی دوسری قرارت کی شناخت ہی نہ تھی معلمین نے اسکی تعلیم چھوڑدی تھی
اگر کوئی بہ قرات عبد اللہ و ابی ان کے سامنے پڑھتا تو وہ اسکو پہچان نہ سکتے تھے اور عادت کی الفت
اور جہالت کی طوالت سے اس قراءت کی تلاوت و تالیف کو مکروہ و مستہجن سمجھتے تھے کیونکہ یہ عام قاعدہ
ہے کہ جب رعیت پر رعب و خوف چھا جاتا ہے اور زمانۂ تسلط کو طول ہوجاتا ہے اور تقیہ دلوں میں گھر
کرلیتا ہے تو سب کے سب حق بات کو چھوڑ بیٹھتے ہیں اور اس سے خاموشی اختیار کرلیتے ہیں بمرور ایام
انکی البصیرت پر پردہ پڑجاتا ہے تو ان کے عناصر صافیہ میں نقصان و کدورت دخل کرلیتا ہے قوت ایمان زائل
اور خوف سے زہرے آب ہوجاتے ہیں آخر بدعت سنت مشہورہ و معروفہ کو چھپا لیتی ہے۔

یہ امر محقق ہے کہ حجاج اور اسکے مربی خلفا عبد الملک و ولید اور دوسرے فراعنۂ بنی امیہ کو جسقدر علیؑ
مرتضی اور انکی اولاد امجاد کے فضائل و محاسن کے مٹانے اور انکی قدر و منزلت گھٹانے میں حرص و سعی تھی
وہ قرات عبد اللہ و ابی کے ترک سے بہت زیادہ تھی اسلیے کہ ان قراتوں کو انکے زوال ملک و فساد سلطنت
و کشف حال میں کوئی دخل نہ تھا لیکن علیؑ مرتضی اور ان کی اولاد کے فضائل و محاسن کی شہرت انکی
تباہی اور بربادی کا باعث تھی اور حکم کتاب (جس کے وہ تارک تھے) ان پر مسلط ہوا جاتا تھا اسلیے
وہ ان کے فضائل کے اخفا میں بہت ساعی و در پے رہے اور لوگوں کو بھی اسکے کتمان و عدم اظہار پر
مجبور کیا مگر خدا کو تو یہ منظور تھا کہ علیؑ و اولاد علیؑ کا امر دشمنوں کے علی الرغم تابان و درخشاں ہو انکی محبت
عشق و شغف کی حد کو پہونچ جائے اور ان کا ذکر بکثرت پھیلے انکی حجت قوی و واضح ہو اور انکی فضیلت
ظاہر و روشن ہو اور انکی شان و قدر و منزلت عظیم ہو چنانچہ جسقدر توہین کی گئی انکی عزت میں اور اضافہ

ہوتا گیا اور اُن کے فضائل کو جسقدر مردہ کیا گیا اُنکی زندگی بڑھتی گئی ان کے حق میں شر کا ارادہ خیر سے بدل گیا
آج اُن کے فضائل و خصائص و مناقب و اس کثرت سے ہم تک پہونچے ہیں جن کا مقابلہ سابقین میں سے کوئی
نہیں کر سکتا نہ صادقین میں سے انکی مساوات کا کوئی دم بھر سکتا ہے نہ کوئی جویائے شرف نکتہ پہونچ سکتا ہے خدا نے ان
مناقب عالیہ کو شہرت میں انہیں قبلہ کا مرتبہ عنایت فرمایا اور کثرت کے لحاظ سے منتہائے محفوظہ کے ہمپلہ ہیں اگر ایسا نہوتا تو
باوجود ان مواقع شدیدہ کے جن کا مختصر حال بیان کر چکے ہیں ان مناقب سے ہمارے پاس اس زمانہ تک ایک حرف بھی نہ پہونچتا
باعلانیہ حافظ کا امامت ابوبکر پر ان کے سابق الاسلام ہونیکو احتجاج میں پیش کرنا تو اس کا جواب یہ ہو کہ اگر
حجت صحیح ہوتی تو خود حضرت ابوبکر بروز سقیفہ اسکو پیش کرتے ہیں تو نظر نہیں آتا کہ انھوں نے ایسا کہا ہو کیونکہ
انھوں نے حضرت عمر اور ابو عبیدہ جراح کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں سے کہا کہ بھائیوں میں تمھارے لئے ان دونوں بزرگوار
کی حکومت پسند کرتا ہوں تم ان میں سے جس سے چاہو بیعت کر لو نیز یہ احتجاج صحیح ہوتا تو حضرت عمر یہ نہ کہتے۔
کانت بیعۃ ابی بکر فلتۃ وقی اللہ شرھا (ابوبکر بیعت ایک ناگہانی اور اتفاقی بات تھی خدا نے ہمکو اس شر سے
بچا لیا) نیز اگر یہ احتجاج صحیح ہوتا تو ابوبکر خود یا کوئی دوسرا ہی ان کے زمانے میں یا ان کے بعد یہ کہتا کہ امامت
ان کا حق ہوا اس لئے کہ وہ سابق الاسلام ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہوا پھر اُس پر طرہ یہ کہ تمام طبقات محدثین میں سے
کسی نے ان کو سابق الاسلام نہیں کہا بلکہ یہی کہا ہو کہ ابوبکر ایک جماعت کے بعد جسمیں علیؑ ابن ابی طالب ہیں و جعفر طیار و
زید بن حارثہؓ و ابوذر غفاریؓ و عمر بن عبسہ سلمیؓ و خالد بن سعید بن العاص و خباب بن الارت داخل ہیں اسلام لائے اور
ہمنے جب روایات صحیحہ و معتبرہ اور اسناد قویہ معتمدہ کو بنظر تامل دیکھا تو سب کو اسی کا مؤید پایا کہ پہلے مسلمان علیؑ ابن ابی طالب
ہیں ہی ابن عباسؓ کی روایت کہ حضرت ابوبکر سب سے پہلے اسلام لائے تو اس کے خلاف ابن عباس ہی کے وہ
مرویات بکثرت مشہور ہیں جو تعداد میں بہت زیادہ ہیں انہیں سے ایک روایت یحیٰی بن حماد کی ہو جسکو اس نے ابی عوانہ اور سعید
بن عیسیٰ و ابو داؤد و طیالسی و عمر بن میمون و ابن عباس نقل کیا ہو کہ انھوں نے کہا اول من اسلم من الرجال
علیؑ یعنی مردوں میں جو سب سے پہلے اسلام لائے وہ علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔
اور حسن بصری نے بطریقہ عیسیٰ بن راشد و ابی بصیر و عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ
قال فرض اللہ الاستغفار لعلی فی القرآن علی کل مسلم بقولہ ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان

فکل من اسلم بعدہ فہو الیستغفر لعلیؑ (ابن عباس نے) کہا کہ خداوند عالم نے قرآن میں ہر مسلمان پر واجب فرمایا ہے
کہ وہ علیؑ کے واسطے استغفار کرے خدا کا قول اس پر دلیل ہے خدا رندا ہماری اور ہمارے اُن برادران دینی کی جو
ہم سے پہلے ایمان لائے مغفرت فرما یا لہذا جو شخص بھی علیؑ کے بعد ایمان لایا وہ علیؑ کے لئے طالب استغفار ہے اور سفیان بن عیینہ کے
بطریق ابن ابی نجیح و مجاہد وابن عباس روایت کی ہے السباق ثلاثہ سبق یوشع بن نون الی موسیٰ وسبق
صاحب یسٓین الی عیسیٰؑ وسبق علیؑ ابن ابی طالب الی محمد ایعنی ایمان کی طرف سبقت کرنے والے تین ہیں
یوشع بن نون نے موسیٰ کی طرف اور صاحب یسٓین نے عیسیٰ کی طرف اور علی ابن ابی طالب نے محمد مصطفےٰ کی طرف
سبقت کی سبقت الی الاسلام میں ابن عباس کا یہ قول شعبی کے قول سے کہیں زیادہ محقق و ثابت و مشہور تر ہے
علاوہ اس کے خود شعبی سے اس کے خلاف مروی ہے وہ حدیث ابوبکر ہذلی و داؤد بن ابی الہند و شعبی کی ہے قال قال رسول اللہ
علی ابن ابی طالبؑ ھذا اول من آمن بی وصدقنی وصلی معی یعنی رسالتمآب نے علیؑ کے لئے فرمایا کہ یہ پہلا شخص ہے
جو مجھ پر ایمان لایا اور میری رسالت کی تصدیق کی اور میرے ساتھ نماز پڑھی) اب اُن اخبار کو لیجیے جو کتب صحاح
میں باسناد معتبر و موثق وارد ہیں اور علیؑ کے سابق الاسلام ہونے پر دال ہیں ان میں سے ایک روایت شریک بن
عبداللہ کی ہے جو بطریق سلیمان بن مغیرہ و زید بن وہب عبداللہ بن مسعود نقل کی ہے شریک ناقل ہیں کہ رسولخدا
کے ابتدائی امر کے متعلق جو مجھے معلوم ہے یہ ہے کہ میں اپنے اعمام و قوم کے بعض لوگوں کے ساتھ مکہ معظمہ میں وارد ہوا
ہمارا ارادہ عطر خریدنے کا تھا لوگوں نے ہمیں عباس بن عبد المطلب کا پتہ دیا (یعنی انسے اس کام میں مدد ملے گی) لہذا
ہم ان کی خدمت میں پہونچے وہ اُسوقت چاہ زمزم پر تشریف فرما تھے ۔ اسی اثنا میں کہ ہم اُن کے پاس بیٹھے ہوئے تھے
کہ یکایک ایک بزرگوار باب الصفا سے برآمد ہوئے جو دو لباس سفید پہنے ہوئے تھے اور گیسوے مبارک گوشہائے مبارک
کے قریب تک لٹکے ہوئے تھے " بلند بینی " نرگس چشم " بھری ہوئی ڈاڑھی " گوہر دندان آبدار " رنگ رخسار سفید مائل
بہ سُرخی " چہرہ روشن مثل بدر کامل " نظر آتا تھا اُن کی دہنی طرف ایک نوعمر خوش رو صاحبزادے تھے ۔ جو یا تو حد بلوغ
پر فائز ہوگئے تھے یا زمانہ بلوغ قریب تھا ان دونوں کے پس پشت ایک عفت مآب بی بی تھیں اپنے حسن و جمال کو چھپائے
ہوئے تھیں ان بزرگوار نے حجر اسود کی طرف رخ کیا پہلے ان بزرگوار نے اُسے بوسہ دیا پھر صاحبزادے نے پھر ان مخدومہ
نے بعد ازاں بیت اللہ کا طواف فرمایا وہ صاحبزادے اور وہ بی بی بھی شریک طواف رہیں پھر حجر کے مقابل کھڑے ہو کر

ہاتھ اُٹھاکر تکبیر کہی اُن صاحبزادے اور بی بی نے بھی پشت پر تھے تکبیر کہی پھر اُن جناب نے قنوت کو طول دیا اور پھر رکوع
کیا ان دونوں نے بھی متابعت کی پھر اُنھوں نے سجدہ کیا اور وہ دونوں بھی سجود بجالائے پھر انھوں نے سجدہ سے سر اُٹھایا اور
وہ دونوں بھی اُٹھے غرضکہ جو عمل وہ کرتے تھے یہ دونوں بھی بجا لاتے تھے جب ہمکو یہ نئی بات (جو مکہ میں غیر معروف تھی) نظر آئی
توہم نے حضرت عباسؓ سے کہا کہ اے ابوالفضل ہمکو اس دین کی تمھارے درمیان خبر نہ تھی میں نے پوچھا یہ تو بتایئے کہ یہ کون
بزرگوار ہیں عباسؓ نے کہا کہ یہ نوجوان میرے بھتیجے محمدؐ ہیں اور یہ لڑکا میرا بھتیجا علیؑ بن ابی طالب اور یہ بی بی خدیجہؑ بنت خویلد
محمد کی زوجہ ہیں بخدا روے ارض پر ان تینوں کے سوا اس دین پر عمل کرنیوالا اور کوئی نہیں ہے۔

اور حدیث موسی ابن داؤد میں خالد بن نافع نے عفیف بن قیس کندی سے روایت کی ہے اور انھیں عفیف سے مالک
بن اسمٰعیل و حسن بن عنبہ وراق اور ابراہیم بن محمد بن میمونہ نے بھی روایت کی ہے۔ ان سب نے بیان کیا کہ
ہم سے سعید بن جشم نے بروایت اسد بن عبداللہ بجلی کہا ہے کہ ہمنے یحیی بن عفیف اور اُس نے اپنے باپ عفیف بن قیس
کندی سے سُنا وہ کہتا تھا کہ ہم زمانہ جاہلیت میں عطر فروشی کا پیشہ کرتے تھے ایکبار جو میں مکہ آیا اور عباسؓ بن
عبدالمطلبؓ کا مہمان ہوا ایک روز جب میں آپکے پاس بیٹھا ہوا کعبہ کی طرف دیکھ رہا تھا یہ وہ وقت تھا کہ آفتاب
دائرہ نصف النہار پر حلقہ زن تھا) کہ ایک قمر طلعت نوجوان سامنے آیا اور سر اُٹھاکر آسمان کی طرف دیکھا پھر آگے
بڑھکر خانہ کعبہ کے قریب پہونچا اور دونوں قدموں کو برابر کرکے نماز شروع کردی اس کے بعد ایک دوسرا نوجوان آیا جسکا
چہرہ شمشیر یمنی کی طرح دمکتا ہوا آیا اور دہنی طرف کھڑا ہو گیا پھر ایک عورت اپنے جسم کو لباس سے پوشیدہ کئے ہوئے
آئی اور ان دونوں کے پس پشت کھڑی ہو گئی جوان اول رکوع کے واسطے خم ہوا اور ان دونوں نے بھی رکوع کیا پھر وہ سجدہ
سجدہ میں گیا ان دونوں نے بھی سجدہ کیا یہ دیکھکر میں نے عباسؓ سے کہا کہ اے ابوالفضل یہ ایک امر عظیم ہے انھوں نے کہا بیشک عجیب بات ہے
میں نے پوچھا یہ کون ہیں تو عباس نے کہا کہ یہ میرا بھتیجا محمد بن عبداللہ ہے میں نے کہا آپ ان دیگر جوان سے
بھی واقف ہیں فرمایا کہ یہ میرے بھتیجے علیؑ ابن ابی طالب ہیں میں نے کہا اور آپ ان بی بی سے بھی واقف ہیں فرمایا
کہ یہ بنت خویلد زوجہ محمدؐ ہیں محمدؐ کا یہ دعویٰ ہے کہ اسکا معبود زمین و آسمان کا معبود ہے اور اُس نے اسکو اس دین پر مامور
فرمایا ہے اور وہ اسی پر قائم ہے اسکا دعویٰ ہے کہ میں نبیؐ ہوں اور اس دعویٰ کی تصدیق اسکے ابن عم علیؑ ابن ابی طالب نے
اور اسکی زوجہ خدیجہؑ نے کی ہے بخدا تمام روے زمین پر ان تین شخصوں کے سوا کسی کو میں نہیں جانتا کہ اس دین پر ہو

میں نے پوچھا کہ پھر تم لوگوں کی انکی نسبت کیا رائے ہے کہا ہم اپنے شیخ کی رائے کے منتظر ہیں اس سے انکی مراد ابوطالبؑ
اپنے بھائی سے تھی۔ اور عبداللہ بن موسیٰ اور فضیل بن دکین اور حسن بن عطیہ نے بطریق خالد بن طہمان نافع بن ابی نافع
معقل بن یسار سے روایت کی ہے کہ میں ایک روز خدمت پیغمبرؐ میں حاضر تھا حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تو فاطمہؑ کی
عیادت کرنا چاہتا ہے میں نے عرض کی ہاں ضرور یا رسول اللہ یہ سن کر آپ کھڑے ہو گئے اور میرے اوپر سہارا دیے
ہوئے روانہ ہوئے (راہ میں) فرمایا کہ آگاہ ہو عنقریب تیرا بار دوسرے اٹھائیں گے اور اس کا اجر تجھ کو ملے گا وہ کہتا ہے
کہ واللہ مجھ پر آنحضرتؐ کا کچھ بار ہی نہ معلوم ہوتا تھا آخر ہم خانہ فاطمہؑ میں داخل ہوئے حضرت نے ان سے پوچھا کہ بیٹی
تمہارا کیا حال ہے عرض کی کہ میرا حزن و ملال طویل و شدید ہو گیا ہے۔ مجھے عورتیں طعنہ دیتی ہیں کہ تمہارے باپ نے تم کو
ایک مفلس فقیر کے ساتھ بیاہ دیا ہے۔ یہ سن کر آپنے فرمایا اما ترضین ان زوجتک اقدم امتی سلما واکثرہم علما
و افضلہم حلما بیٹی کیا تم راضی نہیں ہو کہ میں نے تمہارا نکاح ایسے شخص سے کیا جو میری تمام امت میں باعتبار اسلام
سب سے مقدم اور باعتبار علم و معرفت سب سے زیادہ اور باعتبار حلم و شکیب سب سے افضل ہے یہ سن کر فاطمہؑ نے کہا کہ
بلی رضیت یا رسول اللہ بیشک یا رسول اللہ میں راضی ہوں اس روایت کو یحییٰ بن عبدالحمید اور عبدالسلام
بن صالح نے بھی قیس بن ربیع سے بروایت ابوایوب انصاری نے ایسے ہی الفاظ میں روایت کی ہے اور عبدالسلام
بن صالح نے اسحٰق ازرق سے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے بذریعہ آبائے طاہرین انجناب یوں روایت
کی ہے کہ جب فاطمہؑ کا نکاح ہو گیا تو عورات مدینہ فاطمہؑ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں بنت رسول اللہ
تمہارا پیام فلاں فلاں نے دیا مگر آپ کے باپ نے سب سے انکار کر دیا اور ایسے شخص سے بیاہ دیا جو مال دنیا
کچھ نہیں رکھتا اور بالکل فقیر ہے جب سالتمآبؐ خانہ زہراؑ میں تشریف لائے تو آپنے فاطمہؑ کے چہرے پر گرانی محسوس کر کے
اس کا سبب دریافت فرمایا فاطمہؑ نے سارا بیان کیا حضرت نے فرمایا یا فاطمہ ان اللہ امرنی فانکحتک اقدمہم
سلما واکثرہم علما واعظمہم حلما وما زوجتک الا بامر من السماء اما علمت انہ
اخی فی الدنیا والاخرۃ یعنی سنو اے فاطمہؑ مجھے خدا نے حکم دیا لہٰذا میں نے تمہارا نکاح اس شخص سے کر دیا
جو اسلام میں سب سے مقدم اور علم میں اعلم اور حلم میں اعظم ہے میں نے تمہارا نکاح بغیر امر آسمانی نہیں کیا تھا کیا تمہیں نہیں
معلوم کہ علیؑ دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے اور عثمان بن سعید نے حکم بن ظہیر سے اس نے سدی سے روایت

کی ہو کہ حضرت عمرؓ و ابوبکر نے جناب فاطمہؑ کا پیام دیا مگر رسالتمآبؐ نے دونوں کو رد کر دیا اور یہ فرمایا کہ مجھے خدا کی طرف سے اس بات کی اجازت نہیں ہو بعد ازاں علیؑ نے خواہش کی آنحضرت نے بلاتردد نکاح فرمادیا اور بیٹی سے کہا کہ میں نے تیرا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو میری تمام امت میں اسلام کی حیثیت سے مقدم ہے پھر تمام حدیث بیان کی اور اس خبر کو صحابہ کی ایک جماعت کثیرہ نے بیان کیا ہے جن میں اسماء بنت عمیس و ام ایمن و ابن عباس و جابر بن عبداللہ انصاری شامل ہیں اور محمد ابن عبداللہ ابن ابی رافع نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں بمقام ربذہ (جہاں حضرت عثمان نے حضرت ابوذرؓ کو مدینہ سے خارج البلد کر کے قید کیا تھا) ابوذرؓ سے رخصت کے لئے آیا جب میں واپس ہونے لگا تو ابوذرؓ نے کہا کہ مجھے اس مصیبت میں کوئی خوف نہیں ہے البتہ عنقریب ایک فتنہ اٹھنے والا ہے اُسوقت خدا کا خوف رکھنا اور تمہارا فرض ہو کہ شیخ قریش علیؑ ابن ابی طالب کو پکڑو اور ان کا اتباع کرو کیونکہ میں نے رسولِ خدا کو ان سے کہتے ہوئے سُنا ہو۔ انت اول من امن بی و اول من یصافحنی یوم القیامۃ انت الصدیق الاکبر و انت الفاروق الذی یفرق بین الحق والباطل وانت یعسوب المومنین والمال یعسوب الکافرین وانت اخی ووزیری وخیر من اترک بعدی وتقضی دینی وتنجز موعودی یعنی تو پہلا وہ شخص ہو کہ میرے اوپر ایمان لایا اور پہلا وہ شخص جو روز قیامت مجھ سے مصافحہ کرے گا تو ہی صدیق اکبر ہے اور تو ہی فاروق ہو جو حق و باطل کو جدا کرے گا اور سردار مومنان ہو اور مال سردار کفار ہو تو میرا بھائی اور وزیر ہو اور اُن تمام لوگوں میں بہتر جو میرے بعد باقی رہیں گے۔ تو میرے قرض کو ادا اور میرے وعدوں کو پورا کرے گا۔

اور ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن نمیر اور اُس نے علا بن صالح اور اُس نے منہال بن عمر اور اُس نے عباد بن عبداللہ اسدی سے روایت کی ہو وہ کہتا ہو کہ میں نے علیؑ ابن ابی طالب کو کہتے سُنا انا عبداللہ واخو رسولہ وانا الصدیق الاکبر لا یقولہا غیری الا کذاب ولقد صلیت قبل الناس سبع سنین یعنی میں بندۂ خاص خدا و برادر رسول و صدیق اکبر ہوں میرے سوا کوئی اس کا دعویٰ نہ کرے گا۔ مگر وہ کذاب ہے گا اور میں نے لوگوں سے سات برس قبل نماز پڑھی ہے اور معاذہ عدویہ بنت عبداللہ نے روایت کی ہو کہ میں نے ممبر کوفہ پر علیؑ کو کہتے سنا انا الصدیق الاکبر امنت قبل ان یومن ابوبکر و اسلمت قبل ان یسلم

میں صدیق اکبر ہوں (ابوبکر کے صدیق کہنے والو) میں ابوبکر سے پہلے ایمان لایا اور میں ابوبکر سے پہلے اسلام لایا اور حبہ بن جوین عرنی نے روایت کی ہے کہ اس نے علیؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا انا اول رجل اسلم مع رسول اللہ میں وہ پہلا فرد ہوں جو رسالتمآب کے ساتھ اسلام لایا۔ اس روایت کو ابوداؤد طیالسی نے شعبہ وسفیان ثوری وسلمہ بن کہیل و حبہ بن جوین کے طریقے سے بھی نقل کیا گیا ہے اور عثمان بن سعید نے علی بن حرار و علی بن عامر و ابو الحجاف و حکیم مولیٰ زودان سے روایت کی ہے کہ میں نے علیؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا صلیت قبل الناس سبع سنین وکنا نسجد ولا نرکع و اول صلوٰۃ رکعنا فیہ صلوٰۃ العصر فقلت یا رسول اللہ ما ھذا قال امرت بہ یعنی میں نے سات سال پہلے سب سے نماز پڑھی پہلے ہم نماز میں صرف سجدہ کرتے تھے اور رکوع نہ کرتے تھے جس پہلی نماز میں ہم نے رکوع کیا وہ عصر کی نماز تھی ہم نے رسالتمآبؐ سے عرض کیا کہ یہ نئی بات کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کا حکم ملا ہے۔

اور اسمٰعیل بن عمر نے قیس بن ربیع وعبداللہ بن محمد بن عقیل و جابر بن عبداللہ کے طریقہ سے روایت کی ہے کہ خود آنحضرتؐ نے روز دوشنبہ نماز پڑھی اور علیؑ نے ایک روز بعد سہ شنبہ کو اور ایک دوسری روایت میں انس بن مالک سے مروی ہے استنبی النبیؐ یوم الاثنین واسلم علیؑ یوم الثلثاء بعدہ۔ آنحضرتؐ یوم دوشنبہ مبعوث بہ رسالت ہوئے اور علیؑ سہ شنبہ کو اسلام لائے اور ابو رافع سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے پہلی جو نماز پڑھی وہ روز دوشنبہ صبح کی نماز تھی اور حضرت خدیجہؑ نے اسی دن شام کو اور علیؑ نے اسکے دوسرے روز منگل کو نماز پڑھی اور زید بن ارقم و سلمان فارسی و جابر بن عبداللہ و انس بن مالک سے بروایات مختلفہ مروی ہے کہ سب سے پہلے مسلمان علیؑ ہیں یہ سب روایتیں معہ سند اپنے اپنے مقام پر مذکور ہیں اور سلمہ بن کہیل نے اپنے رجال کے ذریعہ سے جنکو ابوجعفر نقیب نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے اور روایت کی ہے کہ رسالتمآبؐ نے فرمایا اول ورودا علی الحوض اولکم اسلاماً علی ابن ابی طالب حوض کوثر پر میرے پاس تم سب سے پہلے آنے والا ہو وہ علیؑ ہوں گے جو تم سب سے پہلے اسلام لائے۔ اور یسین بن محمد بن المین نے ابی حازم مولیٰ و ابن عباس کے طریقہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب کو کہتے سنا۔ کفوا عن علی ابن ابی طالبؑ فانی سمعت من رسول اللہؐ فیہ خصالاً لو ان خصلۃ منھا فی جمیع آل خطاب وکان

احب علی مما طلعت علیہ الشمس کنت ذات یوم وابوبکر وعثمان وعبدالرحمن بن عوف وابوعبیدہ ونفر من اصحاب رسول اللہ لطلبہ فانتھینا الی باب ام سلمہ فوجدنا علیاً متکیا علی نجاف الباب فقلنا اردنا رسول اللہ فقال ھو فی البیت رویدکم فخرج رسول اللہ فثرنا حولہ فاتکا علی علیؑ وضرب بیدہ علی منکبہ فقال ابشر یا علی ابن ابی طالب بانک مخاصم وانک تخصم الناس بسبع لا یحاجک احد فی واحد من ھن انت اول الناس اسلاماً واعلمھم بایام اللہ وذکر الحدیث یعنی (لوگو علیؑ ابن ابی طالبؑ کی نسبت کچھ نہ کہنا میں نے اُن کے بارے میں رسولخداؐ سے وہ خصائل اوصاف سُنے ہیں کہ اگر اُن میں سے ایک بھی میرے باپ کی تمام اولاد بھر میں بھی پائی جاتی تو مجھے ہر اُس شئے سے محبوب تر ہوتی جس پر آفتاب چمکا ہو ایک روز میں اور ابوبکر و عثمان عبیدہ و عبدالرحمن بن عوف اور بعض دیگر اصحاب رسولخداؐ کی تلاش میں تھے یہانتک کہ ہم دروازہ حضرت اُمّ المومنین اُمّ سلمہ تک پہونچے وہاں علیؑ کو دروازے کے چوکھٹ پر تکیہ کئے ہوئے پایا ہم نے ان سے کہا کہ ہمکو رسولخداؐ کی تلاش ہو آپ نے فرمایا ذرا ٹھہرو آنحضرتؐ بیت الشرف میں ہیں اُسوقت رسولخدا باہر تشریف لائے اور ہم سب اُن کے گرد ہو گئے پھر رسالتمآبؐ نے علیؑ پر سہارا لیا اور اُن کے شانے پر ہاتھ مار کر فرمایا یا علیؑ تمکو بشارت ہو تم سے لوگ جھگڑا کریں گے اور تم اُن سے سات باتیں ایسی پیش کروگے جن میں سے کسی ایک میں کوئی تمہارا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ تم سب لوگوں سے اسلام میں سابق ہو اور خدا کے ایام کے سب سے زیادہ جاننے والے پھر پوری حدیث بیان کی) اور ابوسعید خدری نے بھی ایسی ہی حدیث بیان کی ہے اور ابوایوبؓ انصاری نے رسولخداؐ سے روایت کی ہو کہ آپ نے فرمایا لقد صلّت الملائکہ علیّ وعلی علیؑ سبع سنین۔ وذلک انہ لم یصل معی رجل فیھا غیرہ فرشتوں نے سات برس صرف مجھ پر اور علیؑ پر درود بھیجا ہے اس لئے کہ اس عرصہ میں سوا علیؑ کے کسی نے میرے ساتھ نماز نہ پڑھی تھی۔

ابوجعفر نقیب کہتے ہیں کہ شیخ جاحظ نے رسولخداؐ سے یہ قول جو نقل کیا ہو کہ میری متابعت صرف ایک آزاد اور ایک غلام نے کی ہو تو اس حدیث میں ابوبکر اور بلال کا نام نہیں ہو اور کیونکر ہو سکتا ہو ابوبکر نے بلال کو مکہ میں ظہور اسلام سے پہلے خرید اہی نہیں چنانچہ بلال نے جب اظہار اسلام کیا تو امیہ بن خلف نے (جنکے یہ پہلے غلام تھے) اذیت دینا شروع کی اور مبتلائے عذاب کیا تو اُسوقت رسولخداؐ کی نہ دعوت مخفی تھی نہ اسلام کی ابتدا تھی (بلکہ آغاز اسلام کو عرصہ گذر چکا تھا اور دعوت رسولخداؐ ظاہر و آشکار ہو چکی تھی) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حُر سے مقصود علیؑ ابن ابی طالبؑ اور عبد سے مراد

زید بن حارثہ ہیں سکو محمد بن اسحق نے بطریق اسمعیل بن نصر صفار و محمد بن ذکوان و شعبی نے روایت کی ہے کہ ایک روز حجاج نے حسن سے تابعین کے مجمع میں پوچھا کہ تم علیؑ کی نسبت کیا کہتے ہو حسن نے کہا میں کیا کہوں علیؑ پہلے شخص ہیں جنھوں نے قبلہ کی طرف نماز پڑھی اور رسولخدا کی دعوت کو قبول کیا بیشک علیؑ کو بارگاہ خدا میں ایک خاص مرتبہ اور رسالتمآب سے قربت قریبہ حاصل ہے سوابق میں ان کو وہ حصہ ملا ہے جسکو کوئی رد نہیں کرسکتا یہ سن کر حجاج سخت غضبناک ہوا اور تخت سے اٹھکر ایک حجرہ میں چلا گیا اور ہم سب کو رخصت کردیا شعبی ناقل ہیں کہ حسن بن ابو الحسن کے سوا ہم میں کوئی ایسا نہ تھا جس نے حجاج کی نفرت کی غرض سے علیؑ کی بدگوئی نہ کی ہو اور محمد بن ہشام نے ابراہیم بن سلمہ سے اور انھنے محمد بن عبداللہ سے روایت کی ہے ایک شخص نے حسن بصری سے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ ہمنے تم کو علیؑ کی مدح کرتے کبھی نہ دیکھا انھوں نے کہا بھلا بتاؤ مدح کروں تو کیونکر درانحالیکہ حجاج کی تلوار سے خون ٹپک رہا ہے انھیں صرف اتنی قدر کافی ہے کہ اسلام قبول کرنے والوں میں علیؑ کا پہلا نمبر ہے۔

رہے اشعار و ابیات اس بارے میں وارد ہیں وہ تعداد میں بہت کثیر ہیں اور شہرت میں زبان زد خاص و عام بجملہ ان کے عبداللہ بن ابی سفیان بن حارث بن عبدالمطلب کا قول ہے جو اس نے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے جواب میں کہا ہے۔

وان ولی الامر بعد محمد   علی و فی کل المواطن صاحبہ

رسولخدا کے بعد ولی خدا خلافت علیؑ ہیں   جو ہر موقعہ پر ان کے ساتھ تھے

وصی رسول اللہ حقا و صنوہ   و اول من صلی و من لان جانبہ

رسول خدا کے سچے وصی اور عزیز قریب   سب سے پہلے نمازی اور خدا و رسول کے مطیع

اور خزیمہ بن ثابت کا قول ہے ؎

وصی رسول اللہ من دون اہلہ   و فارسہ مذ کان فی سالف الزمن

تمام کنبہ میں رسول اللہ کے وصی حضرت علیؑ ہیں   اور ہمیشہ سے ان کے لشکر ناجی کے سردار

واول من صلی من الناس کلہم   سوی خیرۃ النسوان واللہ ذو المنن

اور تمام قوم سے پہلے نمازی سوا حضرت خدیجہ کے   بخدا قسم کھا کے کہتا ہوں

اور ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبدالشمس نے بیعت ابوبکر کے وقت کہا ہے

ما کنت احسب ان الامر منصرف عن ہاشم ثم منہا عن ابی حسن

مجھکو یہ گمان بھی نہ تھا کہ خلافت بنی ہاشم سے اور انمیں بھی خاصکر ابوالحسن سے نکل جائیگی

الیس اول من صلی لقبلتھم واعلم الناس بالاحکام والسنن

کیا وہ علی وہ پہلے مسلمان نہیں ہیں جنھوں نے سب سے پہلے قبلہ کی طرف سجدہ کیا اور کیا وہ احکام و فرض سنت میں سب سے زیادہ علیم ہیں

اور ابو اسود دئلی نے طلحہ و زبیر کو تہدید کرتے ہوئے کہا ہے

فان علیا لکم مصحرا یماثلہ الاسد الاسود

آگاہ ہو جاؤ کہ صحرا ستانی میں تمکو علی اس طرح ملینگے جس طرح (باہیبت) شیر سیاہ

اما انہ اول العابدین بمکۃ واللہ لا یعبد

کیا وہ مکہ کے پہلے عبادت گذار نہیں ہیں جب کوئی خدا کی پرستش بھی نہ کرتا تھا

اور سعید بن قیس ہمدانی نے میدان صفین میں رجز پڑھتے ہوئے کہا ہے

ھذا علی وابن عم المصطفٰی اول من اجابہ فیما دعی

یہ علی رسول خدا کے بھائی اور سب سے پہلے اُن کی دعوت پر لبیک کہنے والے ہیں

ھو الامام لا یبالی من غوی یہ امام مفترض الطاعت ہیں جو گمراہ ہونیکی پروا نہیں کرتے

اور زفر بن یزید بن حذیفہ اسدی کا قول ہے

فحوطوا علیا وانصروہ فانہ وصی وفی الاسلام اول اول

ہاں ہاں علی کے گرداگرد جمع ہو جاؤ اور انکی نصرت کرو کیونکہ یہ رسول خدا کے وصی اور اسلام میں اول سے بھی اول ہیں

وان تخذلوہ والحوادث جمۃ فلیس لکم عن ارضکم متحول

اور اگر تم نے انھیں چھوڑ دیا کیونکہ ایسے حادثات بکثرت ہیں تو یہ سمجھ لو کہ پھر تمہیں تمہاری زمین سے جانیکا کوئی ٹھکانہ نہ ملیگا تمہیں سب کھیت رہوگے

اشعار بھی بمنزلہ اخبار کا حکم رکھتے ہیں اذا امتنع فی مجی القبلتین التواطی والاتفاق کان ورودھما حجۃ جبکہ دونوں فریق کے طرفداروں میں اتفاق اور بات کی تبدیل ممنوع ہو تو روایات و اشعار (دونوں کا ورود ادعا کے لئے) حجت ہوگا۔

رہا جاحظ کا یہ قول کہ ہم سب تابعین کے اسلام کو ایکساتھ قرار دیں اس قول سے اُنھیں کی حجت جو حضرت ابوبکرؓ کی بابت مین پیش کی تھی باطل ہوگئی اس سے کہ سبقت الی الاسلام ہی کو دلیل امامت مانا تھا اور امامت اُن کے لیے مخصوص رہی۔

ابوجعفر نقیب کہتے ہین کہ علیؑ کی سبقت اسلام میں تو کوئی مخالفت ہی نہیں تم بھی اس کے قائل ہو رہا تمھارا یہ دعویٰ کہ وہ بوقت اسلام بچے تھے بغیر دلیل کے قابل قبول نہین اگر تم کہو کہ ہم جسطرح وقت اسلام علیؑ کی کمسنی کی دلیل پیش نہیں کر سکتے اُسیطرح تم علیؑ کے بلوغ کی حجت بھی پیش نہیں کر سکے تو اس کا جواب یہ ہے کہ علیؑ کے سبقت اسلام پر ہمارا اور تمھارا اقرار ہے اگر وہ اگر وہ بچے ہوتے تو مسلم کا لفظ بھی اُن پر صادق آتا اس لئے کہ ایمان و کفر اطاعت و معصیت کا اطلاق صرف بالغین پر ہے اطفال و مجانین کے لئے نہیں ہے جب ہمارے اور تمھارے نزدیک علیؑ پر اسم مسلم کا اطلاق ہو گیا تو یہ حقیقی ہوگا مجازی نہ ہوگا اس لئے کہ خود رسالتمآبؐ نے فرمایا ہے کہ علیؑ پہلے وہ شخص ہیں جو مجھ پر ایمان لائے اور میری تصدیق کی اور حضرت سیدہ سے فرمایا کہ میں نے تمھیں ایسے شخص سے بیاہا ہے جو اسلام میں مقدم ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ رسالتمآبؐ نے علیؑ کو جو دعوت الی الاسلام دی تھی وہ دعوت تکلیفی نہ تھی بلکہ تعلیمی تھی تو ہم کہیں گے کہ دعوت میں ہمارا تمھارا اتفاق اور دعوت و امر و تکلیف سب کا حکم یکساں ہے پھر جب دعوت رسولؐ کا تم کو اقرار ہے تو اس دعوت کے تعلیمی ہونے پر دلیل و حجت لانا چاہیے ورنہ بے دلیل دعویٰ قبول نہیں ہے اگر تم یہ کہو کہ یہ دعوت ادب آموزی تعلیم کی صورت میں تھی جیساکہ بچوں کے لئے ہمیشہ ہوتی رہتی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ایسی تعلیم اُسوقت ہوتی ہے جب لوگوں کے عقیدہ میں اسلام قائم و راسخ ہو چکا ہو یا بچے کی ولادت حالت اسلام میں ہوئی ہو اور اسلام ہی میں نشو و نما کے مدارج پورے ہو رہے ہوں۔

لیکن حد شرک میں اور خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ کوئی اسلام سے واقف بھی نہ ہو بچوں کے لئے تعلیم کے دروازے نہین کھولے جاتے لہٰذا یہ دعوت تکلیفی ہوگی نہ کہ تمرینی اور تعلیمی۔

اس کے علاوہ آنحضرتؐ کی یہ عادت بھی نہ تھی کہ آپ کفار کے بچوں کو دعوت دیتے ہوں اور اُنکو اُنکے کافر والدین سے جدا کر لیتے ہوں اور بچے ہون اپنے ماں باپ کنبے اور اہل وطن کے اخلاق حاصل کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ کی حالت لازم ہے کہ اسوقت آپ نہایت نازک اور تنگ حالت میں تھے شدت و بیکسی ہر وقت رفیق تھی ایسے خوفناک عالم میں صرف وہی شخص آپ کی طرف رجوع کر سکتا ہے جس کے دل نے حقیقت اسلام کو برہان و حجت سے غلبہ پایا ہو اور علم و معرفت نے اُس کے دل کو یقین کا گھر بنا دیا ہو اگر مخالفین کہیں کہ چونکہ علیؑ کو نبی سے محبت و الفت تھی لہٰذا ہمراہی کے طور پر موافقت کر لی تھی ہم کہیں گے کہ بیشک اس میں کوئی اعتراض نہیں کہ علیؑ کو بھی اپنے ماں باپ

بھائی چچا غرضکہ تمام اہلبیت سے زیادہ دوست رکھتے تھے مگر یہ الفت و محبت اسکی باعث نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنی ان عادتوں کو فراموش کر لیتے جن پر آج تک انہوں نے نشو و نما پائی تھی نہ اسلام ہی اس وقت تک ان امور میں دخل ہوا تھا جو بار بار گوش زد ہوتا اس لئے کہ اسلام خلع انداد یعنی غیر خدا کی نفی لا کلام ہے اور جو خدا کا شریک قرار دے اس سے برأت و بیزاری یہ باتیں ایسی ہیں جو بچوں کے اعتقاد سے باہر ہیں۔ عباس بن مطلب کا عفیف سے یہ کہنا کہ ہم اس معاملہ میں شیخ یعنی (ابی طالب) کے منتظر ہیں کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ باعث تعجب ہے۔ پس جبکہ عباس و حمزہ جیسے اشخاص اسلام کے معاملہ میں منتظر ابوطالب ہیں اور انکی رائے کی متابعت کریں۔ تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کا بیٹا کیونکر باپ کی مخالفت کرے گا اور کثرت پر قلت کو ترجیح دے گا۔ اور عام پسند بات کو چھوڑ کر امر مکروہ کو اختیار کرے گا و عزت کو ذلت اور امن کو خوف سے بدل دے گا۔ تاوقتیکہ اس کو معرفت کاملہ حاصل نہ ہو اور اپنی اختیار کردہ شئے کی صحت و سقم پر مطلع نہ ہو۔

رہا حافظ کا یہ کہنا کہ جماعت قلیل کا یہ گمان ہے کہ علی وقت اسلام پانچ برس کے تھے۔ اور اکثر کا یہ زعم ہے کہ نو برس کے تھے اس معاملہ میں پہلی گفتگو تو یہ ہے کہ علی مرتضیٰ کے وقت اسلام سن کے متعلق جو اخبار وارد ہوئے ہیں وہ پانچ قسم کے ہیں جنکی ہم نے دو قسمیں قرار دی ہیں پہلی قسم تو وہ لوگ ہیں جنھوں نے اسلام کے وقت ان کو پانچ برس کا بتلایا ہے اس کو احمد بن سعید اسدی نے اسحق بن بشر قرشی سے اس نے اور انکلی سے اس نے مرد بن جبیر سے اس نے شداد بن اوس سے سن کر بیان کیا ہو سند اور کہتا ہے کہ میں نے خباب بن ارت سے علی کے اسلام کے متعلق دریافت کیا تو کہا قبول اسلام کے وقت وہ پندرہ برس کے تھے اور میں نے ان کو سب سے پہلے نبی کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ اور وہ اس وقت خوب اچھی طرح بالغ تھے اور عبد الرزاق نے معمر سے اس نے قتادہ سے اس نے حسن سے سن کر بیان کیا کہ پہلا شخص جو مسلمان ہوا وہ علی ابن ابی طالب تھے اور آپ کا سن اس وقت پندرہ برس کا تھا۔ دوسری قسم میں وہ لوگ داخل ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ اسلام قبول کرتے وقت ان کا سن چودہ برس کا تھا اس کو ابو قتادہ حرانی نے ابی حازم اعرج سے اس نے حذیفہ بن الیمان سے سن کر روایت کیا ہے حذیفہ نے کہا ہے کہ ہم پتھر پوجتے اور شراب پیتے تھے اور علی چودہ برس کے نبی کے ساتھ نماز میں شریک تھے اور تمام قریش اس وقت نبی کے ساتھ بیہودگیاں کرتے تھے اور علی کے سوا کوئی آپ کا طرفدار حمایتی نہ

تھا اور ابن ابی شیبہ نے جریر بن عبد الحمید سے روایت کی ہے کہ علی جب اسلام لائے ہیں اُس وقت چودہ برس کے
تھے تیسری قسم یہ ہے جو اس کے قائل ہیں کہ اسلام لاتے وقت وہ گیارہ برس کے تھے اسکو اسمعیل بن عبد اللہ رقی نے
محمد بن عمر سے اس نے عبد اللہ بن سمعان سے اُس نے جعفر بن محمد صادق سے انھوں نے اپنے پدر بزرگوار محمد بن
علی الباقر سے روایت کیا ہے فرمایا علی جس وقت اسلام لائے ہیں اُس وقت گیارہ برس کے تھے اور عبد اللہ بن
زیاد مدنی نے محمد بن علی باقر سے روایت کی ہے کہا کہ اول من آمن باللہ علی ابن ابی طالب وھو ابن احدی عشر سنۃ
وھاجر الی المدینۃ وھو ابن اربع وعشرین سنۃ یعنی پہلا شخص جو خدا پر ایمان لایا وہ علی ابن ابی طالب ہیں اس وقت
وہ گیارہ برس کے تھے اور جب مدینہ کو ہجرت کی ہے تو چوبیس برس کا سن تھا چوتھی قسم ان لوگوں کی ہے جو قائل ہیں
کہ اسلام کے وقت وہ دس برس کے تھے اس کو یونس بن سراج نے محمد بن اسحق سے روایت کیا ہے کہ پہلا مرد جو ایمان لایا
اور قائل نبوت ہوا علی بن ابی طالب ہیں اُس وقت وہ دس برس کے تھے اس کے بعد زید بن حارثہ ایمان لائے پھر ابوبکر
موفق باسلام ہوئے ہیں جہاں تک معلوم ہے اس وقت انکی عمر چھتیس سال کی تھی۔ پانچویں قسم میں وہ لوگ داخل ہیں جو
اس کے قائل ہیں کہ اسلام کے وقت وہ نو برس کے تھے اس کو حسن بن عنبسہ وراق نے سلیم مولی شعبی سے روایت کیا
ہے شعبی کا قول ہے اول من اسلم من الرجال علی ابن ابی طالب وھو ابن تسع سنین وکان لہ یوم قبض رسول اللہ
تسع وعشرون سنۃ یعنی مردوں میں سے جو پہلے اسلام لایا وہ علی ہیں اُس وقت ان کا نو برس کا سن تھا۔ اور رسول
خدا کی وفات کے دن وہ انتیس برس کے تھے۔

ہمارے اُستاد ابو جعفر کہتے ہیں کہ اسلام علی بن ابی طالب میں یہ روایتیں ہیں جو آپ کے پیش نظر ہیں جاحظ کا ان
کو حوالۂ ذکر نہ کرنا تو جہالت پر مبنی ہے یا اس نے عمداً نظر انداز کر دیا۔ رہا جاحظ کا یہ کہنا کہ قیاس اس بات کا مقتضی ہے
کہ دونوں روایتوں میں سے ہم اوسط کو اختیار کریں لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ اسلام کے وقت علی سات سال کے تھے پس یہ
صرف ان کا تحکم ہے اور دعوی بے دلیل۔ اگر اس قسم کا حکم صحیح ہو تو ہمیں ایسے شخص کے بارے میں جو کسی کے متعلق
اپنے دس درہم کا دعوی کرے اور وہ کہے کہ میرے ذمہ تو صرف چار درہم ہیں تو جاحظ کے اس قاعدے کی مطابق
ہم کو لازم ہوگا کہ ہم وسط پر دار و مدار رکھ کر سات درہم اس پر لازم کردیں اور اسی طرح ان کو ابوبکر کے بارہ میں یہ کہنا
پڑے گا۔ کہ چونکہ ایک قوم ان کو کافر کہتی ہے اور ایک امام عادل بتاتی ہے۔ پس معتدل اقوال اوسط ٹھہرے گا

اور دونوں مرتبوں کے درمیان ایک مرتبہ نکال کر گا یعنی یہ کہنا پڑے گا کہ نہ تو وہ کافر تھے نہ امام عادل بلکہ ظالم فاسق تھے اور ہم
تمام اختلاف امور بیجا طور جاری کرنا پڑیگا اب باجاحظ کا یہ کہنا کہ حکومت عثمان وعمر وابوبکر کے زمانہ اور سالہائے
ہجرت اور بعد رسالت آنحضرت کے قیام مکہ کا حساب اگر لگایا جائے تو حق و باطل ظاہر ہوجاتے ہیں - اس کا ہم انھیں
جواب دیں گے کہ ان تاریخوں کی روایات اگر باہم متفق ہوتیں اور ہمیں اختلاف نہ ہوتا تو اس بات کے کہنے کی گنجائش
بھی لیکن لوگوں میں اس بات میں بھی اختلاف ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے بعد بعثت پندرہ برس مکہ میں قیام
فرمایا اس کے راوی ابن عباس ہیں بعض کا قول ہے کہ تیرہ برس یہ ابن عباس سے بھی مروی ہے - اور نیز اور اکثر اشخاص
اس کو روایت کرتے ہیں - اور ایک قول دس برس کا ہے اس کو عروہ بن زبیر نے روایت کیا ہے اور حسن بصری
اور سعید بن مسیب بھی اسی کے قائل ہیں اب رسول اللہ کے سن کو سمجھیے یہ بھی جولانگاہ خلاف ہے ایک قسم تو ۶۵ برس کا
بتاتی ہے بعض ۶۳ بعض ۶۰ کے قائل ہیں پھر علی مرتضیٰ کے سن میں بھی لوگ مختلف ہیں بعض نے ۶۷ کہا ہے اور
۶۵-۶۳ اور ۶۰ و ۵۹ بھی کہا گیا ہے پس ایسے اختلاف کے ہوتے ہوئے تحقیق حال کیسے ممکن ہے اب اس کے سوا چارہ
نہیں کہ اس کے علی الاطلاق بلا فیہ قائل ہوں کہ علی اسلام لائے اور اسم اسلام علی الاطلاق بالغ ہی پر صادق آتا ہے
جیسا کہ کافر کا لفظ بھی بالغ ہی پر اطلاق کیا جاتا ہے علاوہ بریں گیارہ برس کا آدمی بالغ اور صاحب اولاد ہوتا ہے
چنانچہ کل راویوں نے روایت کیا ہے کہ عمرو بن عاص اپنے بیٹے عبداللہ سے بارہ برس سے زیادہ سن نہ رکھتے
تھے اس بات کو لازم ہے کہ وہ محتلم ہوئے ہوں اور حد بلوغ پر پہونچ گئے ہوں -

اور یہ بھی مروی ہے کہ محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس اپنے باپ علی بن عبداللہ سے صرف گیارہ برس
چھوٹے تھے پس بنا بر قول جاحظ لازم آتا ہے کہ عبداللہ بن عباس وقت وفات رسول اللہ درحقیقت یہ نو مسلمان
ہوں اور نہ مثاب مستحق اسلام کیونکہ اس وقت وہ دس برس کے تھے ... اس کو ہشیم نے عبید بن جبر
سے خود ابن عباس سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ نے وفات پائی تو میں دس برس کا تھا
پھر جاحظ نے کہا ہے کہ اگر حامیان علی یہ کہیں کہ ان کا کمسن ہونا کوئی فخر نہیں ممکن ہے کہ وہ سات آٹھ برس کی
عمر میں خطانت و ذکا اور صحت عقل اور حدس صائب اور موافقت امور و نتائج کار سمجھنے میں قبل اس کے انھیں تجربہ
کاری سے سابقہ نہ پڑے اور اور لوگوں سے مناظرہ اور مقابلہ کی نوبت آئے اس حد پر پہونچ گئے ہوں جس کے ذریعہ سے ایک بالغ

آدمی اپنے واجبات معرفت کو شناخت اور ان کا اقرار کرتا ہے - تو ہم ان سے کہیں گے
کہ ہمارا کلام انسان کے ظاہری حالات پر مبنی ہو اور عموماً طبائع اطفال کے مشاہدہ پر ہماری گفتگو کا مدار ہے ہم سات
آٹھ برس کے سن کے بچے کو تا وقتیکہ اس کے امر باطن اور خاصہ طبیعت سے مطلع ہوں دیگر اطفال کے حکم میں سمجھتے ہیں
اور ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم اس کے حکم سے تجاوز کریں اور شاید اور ممکن کہہ کر محض شہادت پر اس کے ابنائے جنس
کے حکم سے اس کو امتیاز دیں اس لئے کہ اگرچہ ہم کو جس طرح ان کا علم نہیں ہے تا کہ وہ اپنی فطنت و دانائی میں صاحب
فضیلت ہو اسی طرح ممکن ہے کہ شاید وہ فطانت و قابلیت میں ناقص ہو یہ تقریر اس وقت جاری ہوتی ہے جبکہ ہم اس
امر کے قائل ہوں کہ علی سات آٹھ برس کے سن میں شخص بالغ کی طرح علم و معرفت کے ساتھ ایمان لائے تھے ورنہ
ان کے اسلام کا حکم اسی طرح جاری ہوگا جو ان کے ہم جولیوں اور ہمنشینوں کا تھا اس لئے کہ ان لوگوں کا اسلام
ان کے سرپرستوں اور مربی و اتالیق کے تربیت و تعلیم و ریاضت کے ذریعہ سے تھا ورنہ اگر بنظر تحقیق دیکھا جائے
تو ایسی تجویز نا ممکن ہے اس لئے کہ اگر وہ سات آٹھ برس کے سن میں مسلمان ہو گئے انبیا کو کاہنوں پر فضیلت
دیکھنے اور رسولوں اور جادوگروں میں و منجم و ذوقی تعلیم میں فرق کر سکتے تھے اور مناظر ماہر کے کلام کے داؤ پیچ سے واقف
اور مقام استدلال و حجت کی اصلیت پر مطلع تھے اور صاحبان عقل پر اشتباہ در عقلہائے سلیمہ کے میلان کی ترکیب کی تمیز
اور طبیعت کے ممکنات اور ممتنعات سے عادت اور امور اتفاقیہ اور ان واقعات پر جن کا وجود اسباب کے وجود پر
موقوف ہیں مطلع اور قوے کے اندازہ اور حیلہ کے غایت اور ملمع کاری اور مکر و فریب بازی سے با خبر اور ان خبروں
سے جو بغیر ایجاد خالق عالم سبحانہ و تعالیٰ موجود نہیں ہو سکتیں اور مقتضائے حکمت خدا پر کیا جائز اور کیا ناجائز ہے
ہوا و ہوس سے کیونکر تحفظ ہو سکتا ہے اور دھوکے سے بچنے کی ترکیب کیا ہے اس کے شناسا ہے تو باوجود اس قدر
حداثت سن و کمی تجربہ و عمل کے بھی ان کا یہ حال ہونا عرف عادت و منہاج ہوگا جس پر موجودہ خلقت کی بنا ہے
حالانکہ بچے اور چھوٹے نبی کو وہی شناخت کر سکتا ہے جس کو یہ معارف مذکورہ اور اسباب مفصلہ حاصل ہوں
جن کو ہم نے تفصیل وار اور اچھی طرح بیان کر دیا پس اگر علی میں بھی حالات و خصوصیات موجود تھی تو بذات خود
عامہ خلق پر حجت خدا ہو نگے اور دلالت نبوت کے لئے ایک آیت الہیہ اور خدا نے جب اس اعجوبہ کاری سے
ان کو مخصوص کیا تو اس کی غرض صرف یہی ہوگی کہ ان عجائبات اور خصوصیات سے وہ لوگوں پر حجت قائم

کرے اور حاضر کا عذر قطع کرے اور غائب کے لئے دلیل و برہان قرار دے حالانکہ اگر خدا نے یحییٰ ابن ذکریا کی نسبت یہ خبر نہ دی ہوتی کہ آپ کو بچپنے میں حکمت و نبوت عطا ہوئی اور عیسیٰ بن مریم کی نسبت یہ نہ کہا ہوتا کہ انھوں نے گہوارہ میں باتیں کیں تو یہ دونوں بزرگوار بھی باقی انبیاء و رسل کا حکم رکھتے اور دیگر افراد بشر کی مثل قرار پاتے پس جبکہ علیؑ کی نسبت نہ قرآن ہی اس کا ناطق ہے اور نہ کوئی ایسی حدیث ہی وارد ہوئی جو حجت قاطع اور مشاہدہ قیسیہ کا حکم رکھتی ہو تو ہمارے علم میں یہی ثابت ہوگا کہ آپ کی طبیعت بھی آپکے دونوں چچا حمزہ اور عباس کی سی ہوگی حالانکہ یہ دونوں بزرگوار خیر و نیکی سے ان سے زیادہ قریب تھے یا جعفر و عقیل کی سی طبیعت رکھتے ہونگے جو ان کے کنبہ کے لوگ اور قبیلہ کے سردار تھے اور اگر کوئی انسان آپکے بھائی جعفر یا ان کے دونوں چچا عباس و حمزہ کی نسبت ایسا ہی دعویٰ کرے تو ہم اُسکی نسبت وہی اعتراض کریں گے جو ان کے بارہ میں ہم نے کیا ہمارے شیخ ابو جعفر رحمہ اللہ نے اس تقریر کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ کل تقریر اس بات پر مبنی ہے کہ جب تسلیم کر لیا گیا ہے کہ علیؑ سات آٹھ برس کے سن میں مسلمان ہوئے حالانکہ ہم بیان کر چکے کہ وہ حالت بلوغ میں جبکہ آپ کا پندرہ یا چودہ برس کا سن تھا اسلام لائے اس سے قطع نظر کر کے اگر ہم اپنے خصم مقابل ہی بات کو مان لیں اور دس برس کی روایت کو جو مشہور تر ہے تسلیم کر لیں پھر بھی جاحظ کی گرفت لازم نہیں آتی اس لئے کہ اکثر دس سال کے سن کے آدمی کی عقل کامل ہو جاتی ہے اور وہ معارف و علوم کے مبادی پر جن سے استخراج مسائل عقلیہ کیا جاتا ہے واقف ہو جاتا ہے اور جب بچہ عاقل و ممیز ہو تو وہ عقلیات اور عقائد کا مکلف ہوگا اگرچہ شرعیات کی تکلیف کسی دوسری حد اور غایت پر موقوف ہے۔

پس اگر علیؑ دس برس کے سن میں معجزہ سے واقف ہو گئے اور اقرار نبوت ان پر لازم ہوا اور شخص عالم و عارف کی مثل اسلام لائے نہ کہ مقلد تابع غیر کی طرح تو اس میں کیا انوکھی بات ہے۔

اور حافظ نے جو یہ امور ترتیب دیے ہیں اور انکی گنتی گنائی ہے کہ جادو اور نجوم نبوت و معجزہ کا فرق جانتے ہونگے اور حکیم کو کیا جائز ہے اور کیا ناجائز ہے اور کس چیز کو بجز خالق کے دوسرا پیدا نہیں کر سکتا اور اس میں اور دوسرے صاحبان قدرت کے مقدورات میں کیا فرق ہے اور ملمع کاری اور فریب بازی اور رنگریزی اور مکاری کیا چیز ہے۔ اگر ان باتوں کی معرفت کو شرط صحت اسلام قرار دیا جائے تو نہ ابو بکر و عمر کا اسلام ہی صحیح ہوگا

نہ ان کے علاوہ کسی دوسرے عرب کا ان لوگوں کو تو صرف اجمالی تکلیف تھی اور مبادی اسلام کی معرفت شرط
تھی نہ کہ دقائق وغوامض کا جاننا نہ اسلام اس پر موقوف ہے کہ مسلم دیگر لوگوں پر غالب آجائے اور تمام سرد و
گرم زمانہ کا تجربہ کار بن لے اور اپنے مخاصمین سے منازعت کر چکا ہو یہاں تو صرف صفائے طبیعت وصحت فکر و
کمال عقل وسلامتی فطرت کی ضرورت ہے کیا یہ بات واضح نہیں کہ اگر کوئی لڑکا ایسے گھر میں نشو ونما پائے جہاں ایسے
لوگوں سے سابقہ نہ پڑا ہو نہ فتح جدال (جواں مردوں پر فتح پانی) اور منازعت خصوم کی اسے نوبت آئی ہو اور
پھر اسکی عقل کا عیار کامل اور تمام علوم بدیہیہ ونظریہ اس کو حاصل ہوں تو وہ عقلیات کا مکلف ہوگا اور عقائد
حقہ کا اعتقاد اس پر لازم ہوگا۔ رہا جاحظ کا یہ کہنا تو ہم حضرت علیؑ کا اسلام مربی کی تربیت اور نگران کی تعلیم وتلقین
اور اتالیق کی کوشش وسعی کا نتیجہ تھا۔ تو اس میں شک نہیں کہ محمد مصطفےٰ انکے مربی ونگران واتالیق مگر اس کے
ساتھ ہی نہ تو وہ اپنے باپ ابوطالب سے چھوٹے تھے۔ نہ اپنے بھائیوں طالب وعقیل وجعفر سے نہ اپنے چچاؤں
اور دیگر کنبے کے لوگوں سے ان کو علحدگی حاصل تھی جیسا کہ وہ باوجود حاضری خدمت رسول ان لوگوں سے بھی معاشرت
رکھتے اور ان سب سے گھلے ملے رہتے تھے پھر کیا وجہ ہوئی کہ انھوں نے اپنے بھائیوں اور باپ اور چچاؤں اور
دیگر کنبے والوں کی صحبت کے اثر سے شرکت اور بت پرستی کی طرف میلان نہیں کیا حالانکہ یہ لوگ تعداد میں
کثیر تھے۔ اور محمدؐ ایک تن واحد۔ باآنکہ یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ جب بچے کے کنبے والے بکثرت ہوں اور
صرف ایک ان میں ایسا ہو جو ایک اپنی خاص رائے رکھتا ہو۔ دوسرے اس کی رائے کو نہ مانتے ہوں تو
پھر وہ بھی صاحبان کثرت ہی کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے اور تنہا ایک کی رائے سے دور تر رہتا ہے علاوہ بریں
علیؑ کی ولادت بھی دار الاسلام میں نہیں ہوئی بلکہ ان کا مولد ومنشا دار الشرک تھا (کیونکہ اُسوقت مکہ مشرکوں کا سجدہ گاہ
تھا) اپنی آنکھوں سے وہ بتوں اور اپنے کنبہ اور قوم والوں کو انکی پرستش کرتے دیکھتے تھے۔ اگر دار الاسلام میں انکا
نشو ونما ہوا ہوتا تو یہ کہنے کی گنجائش ہی تھی کہ چونکہ وہ مسلمانوں میں پیدا ہوئے ان کا اسلام ان کے مربی
کے تلقین اور کلمہ اسلام کے سننے اور ان کے شعار وخصوصیات کے دیکھنے کی وجہ سے تھا۔ کیونکہ کلمہ اسلام کے
سوا انھوں نے نہ کچھ سنا اور نہ کسی دوسری بات کا ان کے دل میں خطور ہوا۔ اور جبکہ یہ بات نہ تھی تو ثابت ہوا کہ
ان کا اسلام مرد باتمیز وعاقل اور شخص عارف کامل کا سا تھا۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو رسول خدا ان کی کیوں

مدح و ثنا فرماتے اور اپنی بیٹی فاطمہ زہرا کو جبکہ وہ علی کے ساتھ بیاہے جانے کی شکایت لیکر آئی تھیں، یہ کہکر راضی و خوشنود نہ کرتے زوجتک اقدمھم سلماً (بیٹی میں نے تمھارا نکاح اُس شخص سے کیا ہے جو اسلام لانیوالوں میں اول ہے) اور اس جملہ کے ساتھ اس قول کا اضافہ نہ کرتے کہ واکثرھم علماً واعظمھم حلماً (وہ شخص علم و علم میں سب سے زیادہ اور بزرگ ہے)

علم و عقل ایک چیز ہے اور اسی پر مجد و فضل کا خاتمہ اور انتہا ہے لہذا اگر علیؑ عارف و عالم و عاقل و صاحب تمیز کی طرح اسلام نہ لائے ہوتے تو آنحضرتؐ اُنکے اسلام کو علم و حلم کا قرین ہرگز قرار نہ دیتے جیسا کہ آنحضرتؐ نے علیؑ کو متصف کیا بھلا یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ آنحضرت علیؑ کی تعریف ایسی بات پر کریں جسکے ترک و حصول میں نہ عذاب ہے نہ ثواب اور اگر انکا اسلام تلقین و تربیت سے ہوتا تو بھلا کیا موقع تھا کہ وہ علی رؤس الاشہاد اسپر فخر کرتے اور دشمنوں اور منافقین کو فخریہ سُناتے انا عبد اللہ واخو رسولہ وانا الصدیق الاکبر والفاروق الاعظم صلیت قبل الناس سبع سنین واسلمت قبل اسلام ابی بکر وامنت قبل ایمانہ (میں بندۂ خدا و برادر رسول ہوں صدیق اکبر و فاروق اعظم میری ذات ہے میں نے تمام مسلمانوں سے سات برس پہلے نماز پڑھی ابوبکر کے اسلام و ایمان سے میرا اسلام و ایمان بہت پہلے ہے)

کیا کسی نے سُنا ہے کہ اُس زمانے کے لوگوں میں سے کسی نے اس مفاخرت سے انکار کیا یا اسمیں کوئی عیب نکالا یا بالمقابل کسی دوسرے میں ان صفات کو ثابت کیا اور علیؑ سے کہا کہ آپ کا یہ فخر بے جا ہے۔

آپ تو بچے تھے اور رسولخداؐ کی تعلیم سے آپ نے اسی طرح اسلام اختیار کیا تھا جیسے بچے وقت رضاعت سے ترکی و فارسی (مروجہ ملکی زبان) سیکھتے ہیں اور اُنکے لیے مادری زبان کا سیکھنا ذرا بھی قابل فخر نہیں ہوتا بالخصوص جس زمانے میں بصرہ اور شام والوں سے جنگ چھڑی ہوئی تھی چاروں طرف دشمنوں کا ہجوم تھا اور شعرا علیؑ کی ہجو کر رہے تھے چنانچہ نعمان بن بشیر نے حسب ذیل شعر کہے

لقد طلب الخلافة عن بعید	وسارع فی الضلال ابو تراب
علی نے بیگانہ وار خلافت کو طلب کیا	اور راہ گمراہی میں سرعت سے ابوترابؑ نے قدم رکھا
معاویة الامام وانت منھا	علی وتر بمنقطع السراب
امام تو معاویہ ہی ہے اور تم خلافت ------	کے متعلق کنارۂ سراب پر ہو

اور ایک خارجی نے ان کی نسبت کہا ہے۔

وتمنا له تحت الظلام ابن ملجم　　جزاءً اذا ما جاء نفساً کتابها

ہم نے رات کی تاریکی میں ابن ملجم کو اُنکے قتل کی سازش میں روانہ کیا۔ لنعرض جزا روز آخرت میں ہر نفس کے پاس اُسکا عمل نامہ ہوگا

ابا حسن خذها على الراس ضربة　　بکف کریم بعد موت ثوابها

اے علی اس ضربت کو اپنے سر پر لو　　جو ایک کریم کے ہاتھ سے پڑی ہے اور جسکا ثواب اسکو بعد مرگ ملیگا

اور عمران بن حطان خارجی قاتل امیر المومنینؑ کی مدح سرائی کرتا ہوا کہتا ہے۔

یا ضربة من تقی ما اراد بها　　الا لیبلغ من ذی العرش رضوانا

واہ کیا خوب وہ ضربت تھی جو ایک پرہیزگار نے لگائی　　اس کا مقصود صرف خوشنودی خدا تھا

انی لاذکرہ حیناً فاحسبه　　اوفی البریة عند الله میزانا

میں جب اُس کو یاد کرتا ہوں　　تو اُس کا پلہ تمام دنیا سے بھاری پاتا ہوں

ایسے ایسے علیؑ کے دشمن اور یہ دشمنان خدا اگر ان کے تقدم اسلام و سبقت ایمان کی حجت میں جس پر علیؑ فخر کیا کرتے تھے اگر ذرہ بھر بھی راہ اعتراض پاتے تو پہلے اسی پر معترض ہوتے اور دوسرے بے معنی اور فضولیات کی طرف توجہ نہ کرتے۔

علیؑ کی مدح میں شعرا نے جو سبقت اسلام کا ذکر کیا ہے اسکو ہم پہلے بیان کر چکے اسکی کیا وجہ ہے کہ ان کے مخالفین کے گروہ کے شعرا نے اس مدح کی تردید نہ کی حالانکہ امہات اولاد کی بیع کے مسئلہ میں جو حضرت عمر کے خلاف انہوں نے کہا تھا اُسکو ذکر کیا ہے اور نکتہ چینی کی ہے کیا وجہ کہ جن امور پر علیؑ فخر کرتے تھے اُنکو چھوڑ دیا اور کوئی عیب نہ نکالا اور دوسری باتوں کو لے لیا جو داخل فخر نہ تھیں پھر ہم جاحظ سے پوچھیں گے کہ یہ تو فرمایئے کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے جنکو رسولخدا نے بروز اُحد تو شریک نہ کیا اور جنگ خندق میں اجازت جنگ دیدی آیا جو باتیں آپ نے بیان فرمائی ہیں کیا ان سب کا فہم و تمیز اُنکو حاصل تھا آیا وہ نبی اور متنبی کے فرق سے واقف تھے اور سحر و معجزہ کا فصل اُنکو معلوم تھا نیز دیگر معارف جنکی آپ نے گنتی گنائی ہے اُن سے انکو آگاہی تھی۔ اگر جاحظ جبارت سے اس کا اقرار کریں تو ہم کہیں گے کہ علیؑ ابن ابیطالب ابن عمر سے ان معلومات کے لیے کہیں اولیٰ و افضل تھے اسلیے کہ علیؑ کی تمیز اور ذہن و شدت ذکاوت میں کبھی عاقل کو

اختلاف نہیں ہے اور بھلا اس میں کون شک کر سکتا ہے۔

اور ابن عمر کی نسبت خود ہی آپ کی روایت ہے کہ باوجود درازی سن وکثرت تجربہ میزان اور
عمر میں ان کو تمیز نہ تھی نیز امام برحق و امام باطل وگمراہ میں بیچارے فرق نہ کر سکے۔ علیؑ ابن ابیطالب
کی بیعت سے تو انکار کیا اور عبد الملک کی بیعت کرنے کے لیے رات کے وقت حجاج کا دروازہ کھٹکھٹایا
اس خوف سے کہ ایک شب بغیر امام بسر نہ ہو جائے کیونکہ رسالتمآبؐ فرما گئے تھے من مات ولم یعرف
امام زمانہ مات میتۃ جاہلیہ (جو شخص بے معرفت امام وقت مر جائے وہ کفر کی موت مرتا ہے)۔
(لطف یہ کہ) حجاج نے بھی انکی جیسی چاہیے تھی ویسی ہی عزت افزائی کی یعنی اس نے اپنا پاؤں بستر سے
نکال کر کہا کہ اس پر ہاتھ رکھ کر بیعت کر لیجیے عبد اللہ ابن عمر کا یہ انتخاب ائمہ تھا۔

اب رہی علیؑ ابن ابیطالب کی ذکاوت و فطانت و قوت احساس و صحت حواس تو وہ سب کو
معلوم ہے اور زبان زد خلائق ہے لہذا اگر ابن عمر کا اسلام صحیح ہو سکتا ہے اور انکی نسبت جاحظ کے
مجوزہ امور (جنمیں انھوں نے اپنی فصاحت کا اظہار اور زبان آوری کا زور دکھایا ہے) جنکے ابن عمر
عارف تھے تو علیؑ ان سب کی معرفت کے بہت زیادہ حقدار ہیں اور علیؑ کی صحت اسلام کا پایہ اولی اور
اقدم ہے۔

اور اگر ابن عمر کی نسبت وہ ان معارف کا انکار کرینگے تو علاوہ برایں کہ ان کا اسلام باطل ہو رسولخداؐ
پر طعنہ زنی بھی ہو گی کیونکہ آنحضرت فرما چکے تھے کہ لا اجیز الا البالغ العاقل (میں سوا بالغ و عاقل
کے کسی کو اجازت نہ دوں گا) اسی بنا پر معرکہ احد میں ابن عمر کو اجازت نہ دی تھی۔ پھر جاحظ سے ہم
بھی کہہ سکتے ہیں کہ علیؑ ابن ابیطالب کے حق میں ہمارا یہ کہنا کہ وہ دس برس کے سن میں اس حد پر
پہونچ گئے تھے کہ جس میں تکلیف عقلی صحیح بلکہ واجب تھی اسلیے کہ کسی ششماہہ بچے کی پیدائش سے
زیادہ تعجب خیز نہیں ہے اگرچہ یہ امر تجربہ اور عرف سے خالی اور خارج ہے لیکن اہل علم نے اسکو صحیح مانا
ہے اور قرآن سے مستنبط کیا ہے۔

اسی طرح دو برس تک مدت حمل کا طویل ہونا اور پھر بچہ کا پیدا ہونا یہ بھی عرف و عادت
سے باہر ہے مگر فقہا اسکو صحیح قرار دیتے ہیں چنانچہ روایت ہے کہ جب معاذؓ بن جبل نے حضرت عمر کو زن
کے سنگسار کرنے سے منع کیا تو انھوں نے اس عورت کو اتنی مہلت بھی دی کہ بچہ کے سامنے کے

دانت نکل آئے اسوقت اس لڑکے کے باپ نے اس لڑکے کو دیکھا اور کہا رب کعبہ کی قسم یہ تو میرا ہی
بیٹا ہے اسوقت سے فقہا کی سُنت ہوگئی اور وہ ہمیشہ اسپر عمل کرتے ہیں۔

اگرچہ تقاضاے عادت یہ ہے کہ لڑکی بارہ برس کے سن میں حائض ہوتی ہے اور یہ مدت سن
کم از کم زمانہ حیض کی ہے لیکن کبھی اس سے زیادہ سن اور کبھی اس سے کم سن یعنی نُو دس برس ہی کے
سن میں حائضہ ہوجاتی ہے اس کو فقہا نے بیان کیا ہے۔

امام شافعی نے بحث لعان میں لکھا ہے کہ اگر کسی عورت کے یہاں دس برس کے سن والے
شوہر سے بچہ ہو تو یہ بچہ شوہر کا مانا جائے گا لیکن دس سے کم سن والے شوہر سے بچہ منسوب نہ ہوگا
دس برس کے سن والا شوہر اگر اس بچہ کا اقرار نہ کرے تو ان دونوں میں لعان جاری ہوجائے گا
فقہا نے یہ بھی کہا کہ تہامہ کی عورتیں وہاں کی شدت حرارت کی وجہ سے نو برس کے سن میں
حائضہ ہوجاتی ہیں۔

جاحظ کا دعویٰ

جاحظ نے کہا ہے کہ علیؑ ابن ابیطالب چونکہ متقی و پرہیزگار تھے اور ہوا و ہوس انہیں
نہ تھی اور وہ مطلع تھے کہ دعوائے سبقت اسلام میرے لیے بیجا ہے اگر وہ اس امر سے واقف نہ ہوتے
تو اپنے متعلق ضرور ذکر کرتے اور بمقابلہ دشمن پیش فرماتے پھر انکے مقابلہ کرنے والے بھی موجود تھے جنمیں
سے بعض سے تو جنگ و جدال تک کی نوبت آئی خود حاکم بھی رہے اور محکوم بھی اہل شوریٰ میں بھی رہے
مگر کبھی اس دعوے کو زبان پر نہیں لائے جب خود علیؑ سے اپنے زمانہ حکومت میں یہ دعویٰ ثابت نہ ہو
اور انکے معاصرین نے اسکا ذکر نہ کیا تو اب انکی اولاد کا دعویدار ہونا حد درجہ ضعیف ہوگا ہم سے کبھی
ناقل نے آجتک نقل نہیں کیا کہ علیؑ نے اس دعوے کو کسی موقع پر احتجاجاً پیش کیا ہو نہ انھوں نے کر
مقام و مجلس میں اسکا ذکر کیا نہ کسی خطبہ میں بیان فرمایا نہ اسپر وثوق کر کے اپنا دستاویز قرار دیا خصو
جبکہ بقول تمہارے نبی نے انکو مرجع خلق و معلم انام اور کافہ ناس کا امام قرار دیا تھا ان کا فرض تھا کہ وہ ا
اظہار فرمائیں لیکن نہ تو خود انھوں نے ایسا کیا اور نہ انکے عہد میں کوئی دوسرا انکے لیے اس دعوے کا م
بناتا کہ اسکو علیؑ کی امامت کی دلیل قرار دے اور کہہ سکے کہ رسول خدا نے چونکہ علیؑ کو قبل بلوغ اسلام اور تص
نبوت کی دعوت دی تکلیف دی لہذا یہ بات انکے لیے انکے عہد میں دلیل امامت اور انکی اولاد کے واسطے ا
و محبت ہے حالانکہ یہ امر طلحہ و زبیر و حضرت عائشہ پر ان کل فضائل و سوابق و اظہار قربت ہے جو انکو

اپنے لیے بیان کیے گراں تر ہوتا۔

ابو جعفر نقیب کا رد کہ ہمارے اُستاد شیخ ابو جعفر نقیب فرماتے ہیں کہ جاحظ جیسے عالم و فاضل آدمی سے اس دعوے کا کذب و فساد پوشیدہ نہ ہوگا لیکن تعصب و عناد بُری چیز ہے جس نے اتنے بڑے کذب پر اسکو آمادہ کیا حالانکہ کُل لوگوں نے بلا ے استثنائے احدے سبقت اسلام پر علیؑ کے افتخار کو روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ نبی نے دوشنبہ کے دن دعویٰ نبوت کیا اور سہ شنبہ کو علیؑ ایمان لائے اور علیؑ کا یہ قول کہ میں نے سات برس سب سے پہلے نماز پڑھی اور یہ کہ اُن کا دعویٰ تھا کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جو ایمان لایا وہ ہمیشہ اسپر فخر کیا کرتے تھے اور انکے دوست احباب "شیعوں نے اُنکی موجودگی اور بعد وفات اسپر فخر کیا ہے اور یہ بات ہر مشہور امر سے بہت زیادہ مشہور و معروف ہے چنانچہ ہم اسکا کچھ حصہ پہلے بھی بیان کر چکے ہم کو سلف میں کوئی نہیں ملتا جس نے اسلام علی کو بنظر استخفاف دیکھا ہو یا بے قدر و قیمت سمجھا ہو یا یہ دعویٰ کیا ہو کہ وہ چھوٹے بچے یا کمسن لڑکوں کی طرح اسلام لائے۔

تعجب تو یہ ہے کہ عباسؓ و حمزہؓ تو ابو طالب کے عمل اور رائے کے منتظر رہیں اور علی بلا خوف اپنے باپ کی مخالفت کریں اور بغیر علم و معرفت و بے اندیشہ انجام و عاقبت قلت کو کثرت اور ذلت کو عزت پر ترجیح دیں ہم نہیں جانتے کہ جاحظ اور فرقہ عثمانیہ کے لوگ کیونکر کہتے ہیں کہ نہ رسولخداؐ نے علیؑ کو دعوت اسلام دی نہ اپنی تصدیق نبوت کی تکلیف کی حالانکہ روایت صحیحہ میں موجود ہے کہ آنحضرتؐ نے آغاز دعوت اور کلمۂ اسلام کے ظہور و شہرت سے پہلے انکو حکم دیا کہ ہماری طرف سے کھانے کا سامان کرو اور بنی المطلب کو دعوت دو انھوں نے موافق و منشائے رسولخداؐ کھانا تیار کیا اور بنی عبد المطلب کو دعوت میں بُلایا وہ سب آئے مگر ابولہب حضرت کے چچا نے ایسا کلمہ کہدیا کہ حضرت نے اُسدن خاموشی اختیار کی اور انذار و ہدایت نہ فرمائی اور دوسرے دن کے لیے پھر علیؑ کو کھانا تیار کرنے اور دعوت دینے کی تکلیف کی اور انھوں نے تعمیل حکم کی کھانا پکایا اور سب کو بلایا جبکو سب نے مل کر کھایا بعد فراغ طعام آنحضرتؐ نے اُن سے گفتگو چھیڑی اور دین کی دعوت دی علی بھی ان سبھوں کے ساتھ اس دعوت میں مدعو اور اس گفتگو کے مخاطب تھے کیونکہ وہ بھی اولاد عبد المطلبؓ میں تھے پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو شخص اس امر (نبوت) میں میرا ساتھ دے گا اور میرا بوجھ بٹائے گا اور میری نصرت و مدد کرے گا اسکو میں اپنا برادر دینی قرار دوں گا اور میرے بعد وہ میرا وصی و خلیفہ ہوگا اس تقریر کو سُن کر سب ساکت

ہو گئے کسی نے کوئی جواب نہ دیا صرف علی مرتضیٰ نے لبیک کہی اور کہا کہ جو شریعت آپ لائے ہیں اسمیں آپ کی مدد کرونگا اور آپ کا بوجھ بٹاؤں گا جب آنحضرتؐ نے ان سب کا یہ حال دیکھا اُن سب کی نافرمانی و انکار اور علیؑ کی اطاعت و اقرار کا مشاہدہ فرمایا تو آپنے ارشاد فرمایا ھذا اخی ووصی وخلیفتی من بعدی (یہ میرا بھائی اور میرا وصی اور میرے بعد میرا خلیفہ برحق ہے) یہ سُن کر وہ سب کے سب ہنستے اور مضحکہ کرتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ابوطالب سے کہنے لگے کہ اب تم اپنے بیٹے کی اطاعت کرو کیونکہ محمدؐ نے علیؑ کو تم پر امیر بنا دیا۔[لے]

اب ہم پوچھتے ہیں کہ کیا کسی نادان بچے ناتجربہ کار و بے عقل کمسن کو یہ تکلیف دیجا سکتی ہے کہ وہ کھانا تیار کرے اور لوگوں کو دعوت دے اور کیا راز نبوت پر کسی پانچ سات برس کے بچے کا اعتماد کیا جاسکتا ہے کیا بوڑھوں اور ادھیڑوں کے مجمع میں سے بجز عاقل و دانا کے کسی دوسرے کو جگہ دیجائیگی یا رسول خداؐ اپنا ہاتھ اُسکے ہاتھ پر رکھیں گے یا برادری و وصیت و خلافت کا اس سے عہد لینگے تاوقتیکہ یہ نہ دیکھ لیں کہ وہ اسکا اہل اور حد تکلیف پر فائز ہے ولایت خدا و عداوت دشمنان خدا کا تحمل رکھتا ہے پھر اس بچہ کو کیا ہو گیا ہے کہ اپنے ہمسنوں کی طرف میل نہیں کرتا نہ اسلام لانے کے بعد بچوں کے ساتھ کھیل میں شریک ہوتا ہے حالانکہ انھیں کے طبقہ میں شریک ہو سکتا تھا کہ ایک لڑکا اسکو اپنی طرف بلائے اور خیالات دُنیا اسکے دل میں گھر کریں اور ناتجربہ کاری و کمسنی کی وجہ سے لہو و لعب میں شریک ہو کر اپنے ہمسنوں کا سا ہو جائے لیکن ہم اسکے خلاف دیکھتے ہیں کہ علیؑ اپنے اسلام پر ثابت قدم اپنے خیال میں پختہ" جو کہتے ہیں وہ کر کے دکھا دیتے ہیں انھوں نے اپنے زہد و عفت سے اپنے اسلام کا ثبوت دیا۔ سب کنبہ قبیلہ دوست و احباب کو چھوڑ کر صرف رسالتمآبؐ سے کام رکھا یہانتک کہ دین و دُنیا میں انکے امین معتمد اور دوست مستند قرار پائے فلاح عاقبت و ثواب آخرت کی اُمید میں نفس سرکش کو قابو میں رکھا اور خواہشات کو اوبھرنے نہ دیا خود بھی اس ابتدائی کیفیت اور آغاز اسلام کی حالت کو اپنے خطبہ میں بیان کیا ہے جسوقت کائنات کے مالک رسول نے ایک درخت کو آواز دی اور وہ زمین کو چیرتا ہوا چلا قریش یہ دیکھ کر کہنے لگے کہ رسالتمآبؐ کسقدر سبک دست ہیں جادو کرنے میں

لے ابوطالبؑ کا ایمان اس فقرے سے بھی واضح ہوتا ہے اگر یہ بھی بت پرست ہوتے تو بنی عبدالمطلبؑ یہ نہ کہتے کہ رسول خداؐ نے تمہارے بیٹے علیؑ کو تم پر امیر مقرر کر دیا ۱۲

یہ سُن کر علیؑ نے عرض کی۔

یا رسول اللہ انا اول مومن بک آمنت باللہ ورسولہ وصدقتک بما جئت بہ وانا اشہد ان الشجرۃ فعلت بما فعلت تصدیقاً للنبی تک وبیاناً علی صحۃ دعوتک	یا رسول اللہ پہلا شخص جو آپ پر ایمان لایا وہ میں ہوں میں خدا اور رسول پر ایمان لایا اور جو کچھ آپ خدا کیطرف سے لائے ہیں ان سب کی تصدیق کی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ جو عمل اس درخت سے ظاہر ہوا وہ آپکی نبوت کی تصدیق اور آپکے دعوائے نبوت کی صحت کی دلیل کے خاطر ہوا

اب جاحظ اور انکے ہم مشرب بتائیں کہ کیا اس سے زیادہ کوئی ایمان صحیح ہوسکتا ہے یا کبھی اس سے بالاتر کسی عہد وعقد میں استحکام و وثوق وطاقت وقوت پائی گئی ہے مگر فرقہ عثمانیہ کا بغض وکینہ اور جاحظ کا تعصب وانحراف وہ مرض ہے جس کا کوئی علاج نہیں پھر مرد انصاف دوست کو لازم ہے کہ بنظر انصاف غور کرے اور نفسانی ہوا وہوس کو بالائے طاق رکھدے تاکہ اسکو معلوم ہوجائے کہ علی جس خلوص وطرز خاص سے اسلام لائے اس سے اُنپر کس کس نعمات الٰہیہ کا فیضان ہوا پس اگر وہ مورد الطاف خاص رب العزت نہوتے اور نہ توفیق وہدایت جو اُنکو عطا ہوئی موافق نہوتی تو رسالتمآبؐ کے دیگر اعزا واقارب سے کچھ انھیں امتیاز حاصل نہوتا بلکہ اُنھیں میں سے ایک سمجھے جاتے۔

دیکھو حضرتؐ کا ارتباط علی مرتضےٰ سے وہی ارتباط تھا جو دیگر اعزا واقارب سے تھا مگر کسی نے حضرتؐ کی دعوت کو قبول نہیں کیا مگر عرصۂ دراز کے بعد اور بعض نے مدۃ العمر قبول نہیں کیا دیکھو جعفرؓ بن ابیطالبؑ کو بھی حضرتؐ کی قربت حاصل تھی مگر اسوقت تک وہ مسلمان نہوئے عتبہ بن ابی لہب کو چچازاد بھائی ہونے کے علاوہ حق دامادی بھی حاصل تھا پھر بھی اس نے کبھی تصدیق نبوت نہ کی بلکہ شدید مخالف رہا حضرت خدیجہؑ کی بھی دیگر شوہروں سے اولاد تھی اور سب ایک ہی گھر میں رہتے تھے اور یہ سب حضرتؐ کے ربیب تھے مگر کوئی بھی اسوقت تک مسلمان نہ تھا ابوطالبؑ کو دیکھیے کہ باوجودیکہ حضرتؐ کے حقیقی باپ کی جگہ تھے اور اپنے ذمہ حضرتؐ کی کفالت وحمایت ونصرت لے لی تھی یہانتک کہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر ان کی ذات نہوتی تو بنیاد دین کا قیام اگر محال نہیں تو دشوار تو ضرور ہوجاتا باوجود اسکے بنا بر اغلب روایت مسلمان[1] نہوئے حضرت عباسؓ آنحضرتؐ کے چچا اور آپ کے ہم عمر وتربیت ونشوونما میں ساتھی تھے مگر ایک مدت دراز کے بعد مسلمان ہوئے ابولہب بھی چچا تھا اور خون وگوشت وپوست میں شریک تھا

[1] بنا بر اغلب روایات اہل سنت ۱۲

مگر آخر مسلمان نہوا بلکہ اسکی شدت مخالفت مشہور و معروف ہے۔

ان (سینکڑوں) مثالوں کے ہوتے ہوئے پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ علیؑ کا اسلام "انس والفت" "تربیت وقرابت"، "شرکت خون" "تلقین وتعلیم" "سرپرستی وحضانت" "ایک گھر کی سکونت وطرز معاشرت" "موانست وخلوت" کی طرف کیوں منسوب کیا جاتا ہے حالانکہ یہ سب باتیں ان لوگوں کو حاصل تھیں جنکا ذکر ہوا اور اگر کل نہ بھی سہی تو اکثر تو اسمیں شریک تھے پھر بھی اسوقت تک کسی نے ہدایت قبول نہ کی بلکہ کچھ تو منکر تھے اور بعض حالت کفر ہی پر مرے بھی اور کچھ وہ بھی تھے جو تاخیر کے بعد رُک رُک کر ایمان لائے مگر جب ایمان کی طرف سبقت کی تو اسکو مضبوطی سے اختیار کیا اور اپنے غیر سے مرتبے میں بڑھ گئے۔

اسکے بعد اب حالِ مرتضی علیؑ کو بنظر غور وانصاف تامل سے دیکھا جائے تو کیا یہ نتیجہ نہ نکلے گا کہ انکے اسلام کی وجہ علامات نبوت کا مشاہدہ، معجزات کا ملاحظہ، شمیم نبوت کا استشمام، اور رسالت کا معائنہ تھا علم ومعرفت اور غور کامل ونظر صحیح کے ذریعہ یقین نے انکے دلمیں گھر کر لیا تھا نہ تقلید اسکا سبب تھی نہ حمیت قومی نہ لالچ نہ ڈر ہاں اگر طمع وخوف ہو سکتا ہے تو صرف روز آخرت ودار عقبیٰ کا دُنیا کا اسمیں کوئی دخل نہ تھا۔

جاحظ کا دعویٰ } جاحظ نے کہا ہے کہ اگر بر فرض تسلیم علیؑ وقت اسلام بالغ بھی ہوں پھر بھی انکے اسلام سے ابوبکر وزید بن حارثہ وخباب ابن الارت کا اسلام افضل ہوگا اسلیے کہ ایسے شخص کا اسلام جو دفعۃً اختیار کرے اور پہلے کبھی اسکی طرف متوجہ نہوا ہو نہ اسکی عادت ڈالی گئی ہو نہ اس نے اس قسم کی تربیت حاصل کی ہو بیشک ایسے شخص کے اسلام سے افضل ہوگا جس نے اسلامی تعلیم میں نشو ونما پائی ہو اور اسلام کی خوبیاں اسکے دلنشین کی گئی ہوں۔

اسکی وجہ یہ ہے کہ جو شخص اس حالت میں تربیت پاکر بالغ ہوا (اور جب بھی بالغ ہو) تو چونکہ اسے اسلام سے اُنس والفت پیدا ہوچکی ہے بنا بریں غور وفکر کی اسکو حاجت نہ رہے گی اور اضطراب وخلش دل مٹ جائے گی۔

رہے زید وخباب (ابوبکر) تو ان کو ایسے دین (بت پرستی) کے چھوڑنے میں جس سے مدتوں سے مانوس ومالوف تھے جو نظر وفکر کی کلفت، غور وتامل کی حاجت وضرورت، ترک ملت کی محنت ومشقت، برداشت کرنا پڑی ہوگی وہ ظاہر ہے۔ دوسرے اگر ان حضرات کے مثل جن کا ہم نے ذکر

کیا علیؑ حالت بلوغ میں بھی دفعۃً اسلام قبول کرتے تو بھی ان ہی بزرگوار کی فضیلت کا پایہ بلند رہتا اسلیے کہ جو اسلام قبول کرنے والا یہ جانتا ہو کہ ابوطالبؑ جیسا بزرگ اسکا پشت و پناہ بنی ہاشم جیسا کنبہ اسکا حمایتی ہے اور اولاد عبدالمطلبؑ میں اسکو خاص منزلت حاصل ہے بھلا وہ حلیف و غلام آزاد کردہ اور تابع و محکوم و اجیر و مزدور کے مثل کیسے ہوسکتا ہے اور قریش کے عام شخص سے اسکو کیا نسبت کیا انکو معلوم نہیں کہ قریش بالخصوص اور اہل مکہ بالعموم ابوطالبؑ کی حیات تک نبیؐ کی ایذا رسانی پر قادر نہ ہوے نیز ابوبکر وغیرہ کو اپنی عادت مالوفہ کو ترک کرنے کی تکلیف و خطرات کی مشقت بھی اٹھانا پڑی اور علیؑ کا یہ حال تھا کہ وہ صحبت نبیؐ میں ہر وقت علامات نبوت کا مشاہدہ کرتے اور مقامات وحی میں موجود رہتے تھے بنا بریں انکے (ابوبکر) لیے براہین کا انکشاف بشرت اور انکے (علیؑ) دل میں خطرات کا گزر بقلت ہوگا اور یہ بات ظاہر ہے کہ جو زیادہ تکلیف اٹھائے گا وہی زیادہ ثواب پائیگا اور افضل گنا جائیگا۔

ابوجعفر نقیب کا رد ۔ استاد ابوجعفر فرماتے ہیں کہ ذرا صاحبان انصاف اس فصل کو ملاحظہ کریں اور جاحظ کے وہ کلام جو فرقہ عثمانیہ کی حمایت میں ہیں انکو دیکھیں یہ شخص علی کے فضائل مٹانے اور انکے گھٹانے میں کیا کیا کچھ کوشش وسعی بلیغ کلام میں لاتا ہے یہ لوگ کبھی تو معنی باطل کرتے ہیں کبھی انکی قدر و منزلت گھٹاتے ہیں۔ دیکھو ہر بات میں وہ اعتراض کرتے ہیں اور فریب دینے کی کوئی حد باقی نہیں رکھتے کون کون سی فریب کاریاں ہیں جو انھوں نے نہیں برتیں۔

لیکن جب انکے کلام کو تامل و غور سے دیکھا جائیگا تو کیا ظاہر نہو جائے گا کہ صرف الفاظ کی ملمع کاری ہے جسکو معنی سے کچھ لگاؤ نہیں ہے۔ علیؑ کے فضائل گویا انکے لیے بلاؤ مصیبت کا حکم رکھتے ہیں جسکے دفع میں یہ کوشاں ہیں حالانکہ کسی حاسد کی تدبیر اور کسی مکار کی تزویر اس شخص (علیؑ) کے دامن عزت و جلال تک نہیں پہونچ سکتی جسکی قدر و منزلت نقص و عیب سے بری اور جسکے فضائل روز روشن اور آفتاب تاباں کا حکم رکھتے ہوں۔

بھلا جاحظ کے قول کو آسمانی دلائل و براہین انبیا سے کیا نسبت از کہ تا مہ از جاہل تا عالم جس جس نے بھی علیؑ مرتضی اور بعثت خاتم الانبیاء کا حال سُنا ہے وہ یہ جانتا ہے کہ علی کی ولادت دار الکفر میں ہوئی تھی نہ کہ دار الاسلام میں انھوں نے کنار اسلام میں پل کر غذا بھی نہ پائی تھی اور

اگر غذا کا پایا جاتا ہے بھی تو اتنا کہ رسولخداؐ نے زمانۂ قحط میں اپنے ساتھ وابستہ کر لیا تھا اُسوقت اُنکی عمر آٹھ برس کی تھی اور ابھی سات ہی برس آنحضرتؐ کی ہمراہی میں گزرے تھے کہ جبرئیل امین پیام نبوت لائے علیؑ چونکہ اُسوقت بالغ و عاقل تھے عقل سلیم سے کام لیا خوب سونچا سمجھا پھر اعجاز دکھا اور ایمان لے آئے گو کہ بنا بر قول امیر المومنینؑ مسلمانوں سے سات برس پہلے نماز پڑھنا پایا جاتا ہے اس سے وہ زمانہ مراد ہے جو آٹھ برس کے سن سے لیکر پندرہ سال کی عمر تک رسالتمآبؐ کی معیت میں بسر ہوا مگر اسوقت نہ دعوت الی الاسلام تھی نہ رسالت کا وجود تھا نہ آنحضرتؐ نے ادعاے نبوت کیا تھا صرف رسالتمآبؐ ملت حنیفہ و دین ابراہیمیؑ پر خدا کی عبادت کیا کرتے تھے لوگوں سے علیحدہ رہتے تھے اور گوشہ نشینی و خلوت و تنہائی کی طرف مائل اور کوہ حرا میں جاگزین رہتے تھے اور علیؑ غلام و شاگرد کی طرح ساتھ رہتے تھے جب حد بلوغ پر فائز ہوئے اور نبی پر ملائکہ نے نازل ہو کر بشارت رسالت دی تو آنحضرتؐ نے علیؑ کو اسلام کی طرف بلایا اور اُنھوں نے غور و تامل کی نظر سے اور علامات و اعجاز کی شناخت کے ساتھ دعوت رسولؐ کو قبول کر لیا جب یہ صورت اسلام علیؑ تھی تو پھر نہیں معلوم کہ جاحظ صاحب یہ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ علی کا اسلام دفعی اور اتفاقی نہ تھا اور اگر یہ بات بھی تسلیم کر لی جائے کہ قبل از دعوت چونکہ رسالتمآبؐ کے ساتھ علیؑ کو عبادت کرنے کی عادت تھی لہذا اُن کا اسلام دوسروں کے اسلام سے ناقص ہوگا تو اس انوکھے قاعدے کے مطابق رسولخدا اور اُنکے مثل دیگر معصومین کی طاعت و عبادت سے اکثر مکلفین کی عبادت افضل قرار پائے گی اسلیے کہ اہل عدل کے نزدیک عصمت وہ لطف ہے جو افعال قبیحہ سے روکتا ہے پس جو شخص اس لطف کے ساتھ مخصوص ہوگا اسپر بجا آوری طاعت و عبادت سہل تر ہو گی پس بقاعدہ جاحظ واجب ہوا کہ جس پر یہ لطف مبذول ہو اسکا ثواب اس شخص سے ناقص ہو جو ان الطاف الٰہیہ کے بغیر طاعت خدا کرے نہیں معلوم جاحظ یہ کیونکر کہتا ہے کہ علیؑ کا اسلام اُنکے غیر کے اسلام سے ناقص تھا حالانکہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ نبیؐ نے دوشنبہ کو اظہار نبوت فرمایا اور دوسرے روز علیؑ مسلمان ہو گئے پس جس شخص کا یہ حال ہو نہ تو اُسکو دلائل نبوت کے سُننے کی کچھ زیادہ نوبت آئے گی نہ علامات نبوت کے پے در پے مشاہدہ کا اُسکو موقع ملا ہوگا نہ اتنا وقت ہی گزرا ہوگا جس سے اسکی معرفت میں خفت ہو جائے اور تکلیف کا بار اُٹھ جائے بلکہ اسکی فضیلت کا اظہار ہوتا ہے اور زود پسندی کا

پتہ چلتا ہے بایں وجہ کہ وہ حالت بلوغ میں اسلام لایا اور جذبات طبیعت کی کشمکش کا مقابلہ کیا اور بعد استماع دعوت قبول اسلام میں تاخیر کو روا نہ رکھا۔

پھر مزا یہ ہے کہ جاحظ اپنی اسی کتاب میں مدعی ہوئے ہیں کہ ابوبکر قبل از اسلام ایک زبان زد خلق و مشہور و معروف شخص تھے اکثر اہل مکہ کا انکے پاس اجتماع رہتا، شاعری ہوتی، مختلف قصص و اخبار بیان ہوتے، شراب اُڑتی تھی دلائل نبوت و حجج رسالت سے بھی انکے کان آشنا ہو چکے تھے دور و دراز شہروں کا سفر بھی کر چکے تھے ہر قسم کے اخبار سے اطلاع تھی کاہنوں کے دعووں اور جادوگروں کے حیلوں سے واقف تھے جو شخص ان صفات کا دارا ہو اسکے واسطے انکشاف و ظہور امور اغلب و اظہر ہوگا اور قبول اسلام آسان و سہل تر قرار پائے گا اسکے دل میں خطرات بہت کم خطور کرینگے۔ یہ سب باتیں انکشاف حقیقت اسلام کے لیے حضرت ابوبکر کی معاون ہیں اور راہ اسلام انکے واسطے سہل بنا دیتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب میں معراج سے واپس ہوا تو ابوبکر نے مجھ سے مسجد بیت المقدس اور وہاں کے مقامات کو دریافت کیا اور میرے بیان کی تصدیق کی اور امر انپر واضح ہو گیا اور زیادہ دقت کی حاجت نہ پڑی وجہ یہ تھی کہ وہ پہلے سے بیت المقدس کے حالات سے واقف تھے (دیکھیے خود جاحظ صاحب کے قول کی بنا پر حضرت ابوبکر کا اسلام دفعی و اقتضائی معنی سے خارج ہو گیا (مزید برآں) اس معاملہ میں خود طرفداران حضرت ابوبکر نے آنحضرتؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے کسی کو دعوت اسلام نہیں دی مگر اس نے کچھ تردد کیا مگر ابوبکر نے ذرا بھی توقف نہیں کیا تا اینکہ یقین اور اسلام نے انپر فوراً غلبہ و ہجوم کر لیا پس کجا یہ تجربہ کاری کا اسلام اور کجا اس (علیؑ) کا اسلام جسکو اسکی عقل پر چھوڑ دیا گیا ہو اور غور و نظر کی اسکو ضرورت ہو، اسی کے ساتھ اس کا سن بھی کم ہو، اور طرح طرح کے خطرات اسکو مضطرب کر رہے ہوں، اور جس دین میں داخل ہوا ہو اسکے خلاف پرورش پائی ہو، اور اسکے اکثر امثال و اقران پر لہو و لعب کا غلبہ ہو، اور باوجود ان موانع کے وہ ان دلائل نبوت کی طرف جو اسپر ظاہر ہوئی ہوں رجوع کرے اور قبول اسلام میں ذرا سا پیش و پیس نہ کرے اور قبول اسلام نے اسپر اجتناب معصیت کو لازم کر دیا ہو اور وہ خواہش نفس کی روک تھام کر رہا ہو اور خطرات کو دل پر غالب نہونے دیتا ہو اور سب چیزوں کا ابتدا سے عادی اور

عمر بھر سے پابند ہوا اسکو اپنی نظر صحیح، فکر لطیف، فہم دقیق کی قوت سے چھوڑ بیٹھے ظاہر کہ اس شخص
(علیؓ) کا استنباط قوی وعظیم اور اسکا فضل وشرف راجح اور اسکے اسلام کا مرتبہ اعلیٰ وبلند ہوگا۔
اس نے دُنیا میں سے کوئی حصہ نہیں لیا کم سنی میں کسی نعمت دُنیا سے متمتع ہوا نہ جوانی پر
ہر زمانے میں خواہش نفس کی روک تھام کی اور نوعمری اور شباب کی اُمنگوں کو تقویٰ اور پرہیزگاری
سے مغلوب کیا دین کی فکر میں نعمت دُنیا کی پرواہ تک نہ کی اسکے دل کو اگر غم تھا تو آخرت کا اور
رغبت تھی تو حسن عاقبت کی علیؓ کے اسلام کا طریقہ وہ راستہ ہے جسپر انکے سوا کسی کو چلنا نصیب
نہیں ہوا اس معاملہ میں ان کا طریقہ بعینہ انبیا کا طریقہ رہا تاکہ دُنیا کو معلوم ہوجائے کہ ان کو نبی سے
وہی منزلت حاصل ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے حاصل تھی گو یہ نبی نہ تھے مگر مسلک انبیا کے سالک
ضرور تھے ان کا حال حضرت ابراہیمؑ کی حالت سے مشابہ ہے جیسا کہ صاحبان علم و واقفان تاویل نے
ذکر کیا ہے کہ بچپنے میں ابراہیمؑ کو انکی والدہ ماجدہ نے ایک تہ خانے میں پالا تھا جب سن تمیز کو پہونچے
اور مرتبۂ عقل پر فائز ہوئے تو ماں سے پوچھا میرا رب کون ہے ماں نے کہا تمھارے باپ" آپ نے
پوچھا کہ میرے باپ کا رب کون ہے یہ سُن کر ماں نے جھڑک دیا یہانتک کہ سرداب سے باہر آئے
اور ستارۂ زُہرہ پر نظر پڑی کہنے لگے کہ اہاہا یہ میرا رب ہے جب وہ غروب ہوگیا تو آپ نے فرمایا کہ
میں غروب ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا پھر جب چاند کو چمکتے دیکھا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے جب وہ بھی
غروب ہوگیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ بھی رب ہونے کی قابلیت نہیں رکھتا اگر میرا حقیقی پروردگار میری
ہدایت نہ کرتا تو میں بھی گمراہوں میں شامل ہوجاتا۔

پھر جب سورج کو بڑی آب و تاب سے چمکتے دیکھا تو کہنے لگے کہ غالباً یہ میرا رب ہے یہ سب سے
بڑا ہے جب وہ بھی آشیانۂ مغرب میں چھپ گیا تو حالت جوش میں فرمانے لگے اے قوم تو جن جن چیزوں کو
خدا کا شریک بتاتی ہے میں ان سے بیزار ہوں میں نے تو بخلوص تمام اپنا رُخ ایسی ذات بے ہمتا
کی طرف پھیرا ہے جو زمین و آسمان کا خالق و مالک ہے میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں اسی
بارے میں خدائے عزوجل نے فرمایا ہے کہ ہم نے ابراہیمؑ کو ملکوت ارض و فلک دکھایا تاکہ وہ صاحبان
الیقان وایمان سے ہوں بعینہ اسی طرح پر صدیق اکبر فاروق اعظم علی مرتضیٰ کا ایمان تھا ہم یہ نہیں کہتے
کہ وہ افضلیت میں حضرت ابراہیمؑ کے مساوی تھے لیکن ابراہیمؑ کے مسلک پر قدم بہ قدم

چلنے والے ضرور تھے جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے۔

ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ وھذا — ابراہیمؑ کی پیروی میں اولویت انکے پیرو اور یہ نبی کو حاصل

النبی والذین امنوا واللہ ولی المومنین — یا وہ لوگ جو ایمان لائے اور خدا مومنین کا ولی ہے

رہا جاحظ کا حمایت ابوطالبؓ و بنی ہاشم کو قلتِ ثواب اسلام علیؑ ابن ابیطالب کی علت قرار دینا تو اگر یہ صحیح ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ جاحظ ابوبکر و بلال کی محنت و ثواب اور انکے اسلام کی فضیلت کو رسالتمآبؐ سے بالاتر قرار دیتا ہے اسلیے کہ یہی ابوطالبؓ و بنی ہاشم آنحضرتؐ کے بھی پشت پناہ تھے اس معاند کو ذرا اپنی حالت پر نظر کرنا چاہیے کہ بغیر رسالتمآبؐ کی قدر گھٹائے ہوئے علیؑ کی قدر نہیں گھٹا سکتا آ

پھر دنیا کو یہ معلوم ہے کہ رسالتمآبؐ پر وہی لوگ زیادہ شدت کرتے تھے جو آپ کے قریبی رشتہ دا تھے جیسے ابولہب آپ کا چچا ام جمیل زوجہ ابولہب جو حرب ابن امیہ کی بیٹی اور منجملہ اولاد عبد مناف تھی یوں ہی عقبہ بن معیط کی ایذا رسانی جو آپ کا چچازاد بھائی تھا اور نضر بن حارث کی تکلیف دہی جو اولاد عبد الدار بن قصی سے تھا اور آپ کا پسر عم ہوتا تھا وغیرہ وغیرہ یہ سب لوگ رسالتمآبؐ کے راستے میں موذی چیزیں ڈالتے تھے" دشمنوں کو انکی خبریں پہونچاتے تھے" آپ پر سنگساری کرتے تھے" جانوروں کے اوجھ اور نجاست آنحضرتؐ پر پھینکتے تھے اور جو جو اشخاص نبیؐ کو ایذائیں پہونچاتے وہی اسی طرح کی ایذائیں علیؑ کو دیتے تھے اور ان کا ہنسی مذاق اڑاتے تھے۔

لیکن علیؑ کی طرح حضرت ابوبکر کا کوئی رشتہ دار وغیرہ نہ تھا جو آپ کو ایذا دیتا ہو اور چونکہ نبیؐ و علیؑ میں اتحاد و الفت و یکجہتی تھی لہذا گروہ منافقین نے مدینہ میں آکر نبیؐ کی ایذا رسانی تو بخوف شمشیر ترک کردی اسلیے کہ اب آپ صاحب خانہ و ذی اختیار تھے آپ کا حکم جاری اور قول نافذ تھا لہذا بخوف جان آپ کے اظہار بغض سے باز رہے لیکن علیؑ کا بغض و کینہ بدستور جاری رہا اور اسکے اظہار میں کچھ پرواہ نہ کی چنانچہ اسی وجہ سے آنحضرتؐ کو اس حدیث کے بیان کرنے کی ضرورت ہوئی جو تمام کتب صحاح میں مروی ہے لا یحبک الا مومن ولا یبغضک الا منافق یا علی تم سے دوستی نہ کرے گا مگر مومن اور تمہارا دشمن نہوگا مگر منافق۔

اور صحابہ کی ایک جماعت کا یہ قول تھا جو خبر مشہور میں وارد ہے کہ ہم منافقوں کو شناخت نہ کرتے تھے مگر بغض علیؑ ابن ابیطالب سے پھر یہ تو بتایا جائے کہ ابوطالب کی حمایت و پشت پناہی

جعفرؓ کی نسبت کیا ہوگئی تھی جنکو کفار کی اذیت نے اسقدر عاجز کیا کہ بلاد حبشہ اور دریا کا پُرخطر سفر کرنا پڑا گیا جاحظ کو یہ وہم ہے کہ ابو طالب نے علیؓ کی تو نصرت کی مگر جعفرؓ کا کچھ خیال نہ کیا اور اپنے حال پر چھوڑ دیا۔

پھر جاحظ کہتے ہیں کہ ابو بکر کو اپنے اسلام میں ایک اور فضیلت حاصل ہے وہ یہ کہ قبل از اسلام وہ کثیر الاحباب و بلند قدر و عالیمنزلت صاحب ثروت و دولت تھے مالدار ہونے کے سبب سے انکی عظمت کی جاتی تھی اور معاملات میں انکی رائے لیجاتی انھوں نے اس سب ثروت و عزت پر خاک ڈال کر فاقہ کی ذلت کو گوارا کیا اور مجمع احباب کو چھوڑ کر بیکسی کی وحدت کو پسند کیا اس قسم کے اسلام کو اس شخص کے اسلام سے کوئی نسبت نہیں ہوسکتی جو کسی نوع کی جنس و وقعت نہ رکھتا ہو نہ اسکا کوئی مطیع ہو بلکہ وہ خود اوروں کا مطیع ہو علت یہ ہے کہ شریف کے لیے سخت تر مصیبت اور بلا یہ ہے کہ سلام کے بعد لوگ اسے گالیاں دیں اور رعب و داب کے بعد مار دھاڑ تو نکار کے ساتھ پیش آئیں دولت رخصت ہوجائے عسرت رُخ دکھلائے علاوہ بریں ابو بکر کا رسول کے دعاۃ میں شمار تھا اور تمام حالات میں ہر قدم قدم پر انکے ہمراہ رہے لہذا انکے لیے خوف دشمنان بھی شدید تر ہوگا اور مکروہات بھی تیزی سے انھیں کیطرف رخ کرینگے نیز ان افراد میں انکا شمار ہوتا تھا جس سے مطالبہ اور مواخذہ عرفاً صحیح و درست سمجھا جائے اور انتقام لینے میں بسبب عزت و قعت کوئی ترحم نہیں کیجاتی اسکے برعکس نو عمر صغیر السن بچے کی کوئی پروا نہیں کیجاتی اور وہ اپنی کمسنی اور قابل ذکر نہونے کی وجہ سے حقیر سمجھا جاتا ہے۔

ہمارے شیخ ابو جعفر فرماتے ہیں کہ جاحظ نے کثرت مال و زیادتی احباب اور بلند آوازہ اور مشہور و معروف اور مُسن ہونے کو جو بیان کیا ہے یہ سب باتیں انکے دعوے کے لیے مُضر ہیں نہ کہ مفید مطلب باینوجہ کہ عرب کی اخلاقی حالت اور جبلی سیرت سے ہر شخص جانتا ہے کہ وہ دوست کی حفاظت اور عہد کے نباہ کا بہت خیال رکھتی ہے صاحبان ثروت سے ڈرتے اور انکی ہیبت مانتے اور کبیر السن اور عمر رسیدہ آدمی کا لحاظ اور احترام کرتے ان صفتوں میں سے ہر ایک ایسی ہے جو مصیبت و محنت کے وقت بیحد باعث قوت ہوتی ہے اور بھروسے اور اعتماد کے قابل چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی شخص اعراب میں سے کسی اپنے دوست پر تسلط پا لیتا تو اسکو زندہ اور باقی رکھتا اور ہلاک کرنے سے شرم کرتا تھا اور یہ دوستی اسکی نجات کا سبب بن جاتی اور درگزر اور معافی کا باعث ہوتی۔ علاوہ بریں علی ابن ابیطالب گو اپنے سن کے

باعث مشہور نہوئے تھے مگر انکی عالی نسبی اور بنی ہاشم میں صاحب منزلت ہونے نے انھیں شہرت یافتہ
بنا دیا تھا اگرچہ لوگوں کی ملاقات اور سفروں کی کثرت نے ان کا ذکر لوگوں کی زبان پر جاری کر دیا تھا مگر
ابوطالب کا بیٹا ہونا انکو زبان زد خلائق بنائے ہوئے تھا۔ اسکا سب کو علم ہے کہ بنی تیم کو ہر گز وہ منزلت
اور شہرت حاصل نہ تھی جو ہاشم کو تھی نہ ابو قحافہ ابوطالب کے ہم رتبہ تھے حالانکہ یہی وہ امر ہے جس سے کسی
آدمی سن و دانست کہیں زیادہ علو مرتبت اور شہرت حاصل کر لیتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ علیؑ مشرکین کی گردنوں
پر دوسرے لوگوں کی بہ نسبت زیادہ گراں تھے اسلیے کہ ہاشمی تھے اور انکے پدر بزرگوار رسول اللہ کے حامی
اور انکی عزت حرمت کے نگہبان تھے علیؑ ہی کی وہ ذات تھی جس نے عرب کے لیے دروازہ اختلاف کھولا
اور بوجہ اظہار اسلام و ادار خانہ انکے دین کا استخفاف اور ان باتوں میں اپنے ابن عم کی اطاعت کی
اور اپنے کنبہ قبیلے کی مخالفت کی کچھ پروا نہ کی جن کا پہلے سے کسی کو وہم و گمان بھی نہ تھا نہ آجتک کوئی
ایسا عہد انکے سامنے گزرا تھا جو اسکی نظیر قرار پا سکے جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔

لتنذر قوما ما انذر اباءھم فھم غافلون

(یعنی اے محمدؐ ہم نے تمھیں مبعوث برسالت کیا ہے) تاکہ تم ایسی قوم کو ڈراؤ جنکے بزرگ کبھی نہیں ڈرائے گئے پس وہ بالکل غافل ہیں۔

بعد ازاں ہر معاملہ میں رسول کے ساتھی رہے اور ہر غم و درد میں مونس و غمگسار اور بیکسی کے تنہائی
انیس و جلیس اور کل زمانہ رنج و راحت کے شریک و سہیم یہ سب امور ایسے ہیں جو انکے لیے عرب
کی عداوت اور درپے آزار ہونے کے لیے کافی ہیں۔ پھر اے گروہ عثمانیہ تم ابوبکر کے لیے صرف
مکہ سے لے کر مدینہ تک ساتھ رہنے اور غار کی ہمراہی کو باعث فضیلت قرار دیتے ہو اور کہتے ہو کہ
یہ ایک منصب جلیلہ اور فضیلت شریفہ ہے کیونکہ ابوبکر ہجرت کے شریک وحشت اور تنہائی کے انیس تھے
ذرا انصاف سے بتاؤ کہ اس مختصر شرکت کو رسول اللہ کے زمانہ خلوت سے جسمیں بجز علیؑ کے رات دن
کوئی شریک نہ تھا اور قیام مکہ کی طویل مدت سے جسمیں صرف وہی حضرت کے ساتھ پوشیدہ عبادت
خدا کرتے اور علے الاعلان انکی ضروریات کو پورا کرتے اور جس طرح کوئی غلام اپنے آقا کی خدمت
کرتا ہے خدمت بجالاتے اور جس طرح بیٹا باپ کی حفاظت کرتا ہے حضرت کی نگہداشت اور
حفاظت رکھتے اور محبت و اخلاص کو کام میں لاتے تھے کیا نسبت ہے اور کونسا مقابلہ رسول کی
محبت کا بھی یہ حال تھا کہ جب حضرت عائشہ سے کسی نے پوچھا کہ یہ تو فرمائیے کہ رسول کو سب سے

زیادہ کون عزیز تھا جواب دیا۔

اما من الرجال فعلی و اما من النساء ففاطمہ

یعنی اگر مردوں میں پوچھتے ہو تو علیؑ اور عورتوں کی نسبت سوال ہے تو فاطمہ۔

جاحظ کہتے ہیں کہ ابوبکر ان لوگوں میں ہیں جو ہجرت سے پہلے مکہ میں ستائے جاتے ہیں۔ اور کفار ان کو ایذا دیتے تھے چنانچہ نوفل بن خویلد نے جو ابن العدویہ کے نام سے مشہور تھا ان کو دو مرتبہ مارا پیٹا حتی کہ تمام بدن خون سے رنگین ہو گیا اور طلحہ بن عبیداللہ کے ساتھ ایک رسی میں باندھ کر ڈال دیا اور عمر بن عثمان بن مرہ اور ابن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ نے ان دونوں کو دھوپ میں کھڑا رکھا یہی وجہ ہے کہ یہ دونو (ابوبکر و طلحہ) قرنیین کے لقب سے مشہور ہوئے یہی ایک مصیبت ایسی ہے کہ اگر اسکے سوا کوئی اور تکلیف نہ بھی وارد ہوتی پھر بھی کسی کا انکے مرتبہ تک پہونچنا مشکل اور انکی منزلت تک رسائی دشوار تھی اور اگر صرف ایک ہی دن یہ ماجرا گزرتا تب بھی اسکی عظمت کا کچھ ٹھکانا نہ تھا۔ ادھر ابوبکر کا تو یہ حال تھا اور اُدھر علیؑ اپنے آرام و راحت سے بیفکر بسر کرتے تھے نہ کوئی ان کا طالب تھا نہ مطلوب۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ علیؑ کی طبیعت میں رفعت و شہامت نہ تھی یا تہور و شجاعت سے انکی طینت و سرشت خالی تھی لیکن ابھی تک ان کے دست و یا مضبوط اور سن و سال حد کمال کو نہ پہونچا تھا اور مرداں طلب اور انتقام جو طبیعتیں بچوں کی طرف نگاہ نہیں کرتیں لوگ نوعمر اور صغیر السن کو تا وقتیکہ وہ حد بلوغ پر پہونچکر صنف رجال میں داخل اور عالم طفولیت سے خارج نہو جائے ناقابل التفات اور حقیر سمجھتے ہیں۔

ہمارے شیخ ابوجعفر فرماتے ہیں کہ انسان کے منہ میں زبان ہے وہ اس سے جو جی چاہے کہہ سکتا ہے اور زبانی دعوی ایک آسان بات ہے ہر شخص کر سکتا ہے پھر جاحظ جیسا غیر مفید شخص جسکی زبان پر عقل یا دین کی کچھ رکاوٹ نہو ایسا شخص اگر دعوائے باطل کرے تو کچھ بعید نہیں مگر اسکے معنی نہایت پوچ اور نیچر اور بعید لغو اور بے اثر اسکا مطلب صرف قافیہ بندی ہے ورنہ کلام میں لہو و لعب کے سوا کچھ نہیں۔ خود ہی ایک بات کہتا ہے اور پھر اسکے خلاف کہنے لگتا ہے اقوال متضادہ کی تحسین اسکا کام ہے اسکا نفس نہ کسی واعظ کی نصیحت قبول کرتا ہے نہ اسکے دعوے کی کوئی حد قائم ورنہ یہ عبارت ہو سکتی ہے کہ زبان سے آدمی نکال دے کہ اسوقت علیؑ نہ کسی کے طالب تھے نہ

مطلوب حالانکہ ہم بذریعہ اخبار صحیحہ اور احادیث مستندہ بیان کر چکے کہ علیؑ جس دن اسلام لائے ہیں بالغ وکامل تھے اور دل وزبان سے مشرکین قریش کے مخاصم اور مدمقابل قریش کے دلوں پر انکی ذات گراں تھی شعب ابوطالب میں رسول اللہ کے ساتھ علیؑ ہی محصور تھے ابوبکر سے کسی کو کچھ غرض نہ ہوئی ان مقامات تنگ وتار میں حضرتؐ کا رفیق خلوت صرف علیؑ ہی کی ذات تھی ابوجہل اور ابولہب وغیرہ کی ایذارسانی کے مزے ان ہی کے لیے مخصوص تھے۔ ہر مصیبت کا اثر انھیں پر پڑتا اور ہر تکلیف میں وہی اپنے نبی کے شریک رہے ہر ایک بار گراں کو برداشت کیا اور اپنی عالی ہمتی کا ثبوت دیا فرمایئے تو کون شخص وہ تھا جو رات کو چھپ چھپ کر چوروں کی طرح لوگوں کی نظروں سے آپ کو بچاتا اپنی جان کو چھپاتا ہوا شعب ابوطالب سے برآمد ہوتا تھا اور مطعم بن عدی وغیرہ روساء قریش کے پاس جہاں ابوطالب کا حکم ہوتا پہونچتا وہاں سے بنی ہاشم کے لیے آٹے کی گوندیں غلے کے انبار ڈھو کر لاتا حالانکہ ابوجہل جیسے دشمنوں کا وہ کھٹکا لگا ہوا تھا کہ اگر دیکھ پاتے توخون پی لیتے زندہ نہ چھوڑتے تبلایئے تو شعب ابوطالب میں قید کے زمانہ میں یہ علیؑ جھیلتے تھے یا ابوبکر چنانچہ اس وقت کی حالت کو وہ خود ہی اپنے ایک مشہور خطبے میں بیان فرماتے ہیں۔

فتعاقدوا الا یعاملونا ولا ینا کحونا واقد ب لحرب علینا بنوانہا واضطرونا الی جبل وعر مومننا یرجو الثواب وکافرنا یحامی عن الاصل ولقد کانت القبائل کلہا اجتمعت علیہم وقطعوا عنہم المادۃ والمیرۃ فکانوا یتوقعون الموت جوعاً صباحاً ومساءً لا یرون وجہا ولا فرجاً قد اضمحل عزمہم وانقطع رجاؤہم۔

کفار قریش نے باہم یہ عہد کرلیا کہ ہم سے نہ کوئی معاملہ لین دین کا کرینگے نہ شادی بیاہ لڑائی سے اپنی آگ کو ہمارے واسطے بھڑکا رکھا تھا ہم کو اسقدر ستایا کہ آخر ہم ایک بے آب وگیاہ پہاڑ کی گھاٹی میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے وہاں ہمارے کنبہ کا مومن ثواب آخرت کی امید میں یہ مصیبت جھیلتا تھا اور جو کافر تھا اسکو قومی حمیت دامنگیر تھی حالت یہ ہوگئی تھی کہ عرب کے قبائل نے بنی ہاشم کے خلاف اتفاق کرلیا تھا غلہ اور قافلہ کی آمد ورفت ایسی بند کردی تھی کہ ہر شخص کو گرسنگی سے صبح وشام موت کا انتظار تھا نہ کسی یار وآشنا کا چہرہ نظر آیا نہ کشائش کی صورت پر نگاہ جاتی حتی کہ انکی ہمت سست پڑگئی اور آس ٹوٹ گئی تھی۔

پس بتایئے کہ بعد محمدؐ علیؑ کے سوا کون تھا جسکی طرف خصوصیت کے ساتھ ان مصائب ومحن کی تکالیف کا رخ رہا ہو اگر کوئی گویائے طلیق اللسان اور مقرر فصیح البیان اس فضیلت فاخرہ کی حد کو بیان کرنا چاہے اور کوئی ادراک حقیقت کا متمنی اسیر صبر کرنے والے کے ثواب واجر بیحد بے پایاں کا پتہ لگائے تو یقیناً اسکے حد امکان سے

خارج ہے۔ پھر یہ مصیبت ایک دو دن نہیں بلکہ تین برس کامل اسکا قیام رہا تا آنکہ صحیفہ کے قصہ پر جا کر اس کا خاتمہ ہوا جو کہ مشہور واقعہ ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ جاحظ سے شخص باخبر کی زبان پر یہ قول کیونکر جاری ہوا کہ علی قبل از ہجرت آرام ورفاہیت سے بسر کرتے تھے نہ وہ کسی کے طالب تھے نہ مطلوب حالانکہ وہی تنہا صاحب فراش رسول ہیں جنھوں نے تلواروں کے وار پتھروں کی بوچھار اپنے اوپر گوارا کر کے اپنی جان پر کھیل گئے اور رسول کا فدیہ بن گئے کیا کوئی زبان آور وصاف گو خواہ کیسا ہی اطناب سے کام لے اور کوئی گویا مدح خواہ کتنا ہی طول دے اس جانبازی کی فضیلت کی مقدار کو بیان کرسکتا ہے اور اس خصوصیت خاص کی مرتبت کو اپنی زبان سے ظاہر اور واضح کرسکتا ہے ہرگز نہیں۔ رہا جاحظ کا یہ کہنا کہ ابوبکر مکہ میں ستائے گئے اور انھوں نے مار پیٹ کی تکلیف سہی بس اجمالاً ہیں اسکے سوا کچھ معلوم نہیں کہ کفار کی طرف سے عذاب ان لوگوں نازل کیا جاتا تھا جو غلام ہوتے تھے یا مزدور پیشہ یا وہ لوگ جو اپنی حمایت پر کوئی قبیلہ نہ رکھتے ہوں۔ اور ابوبکر کے متعلق تمہارے دو رخ ہیں کبھی تو تم ان کو ایک معمولی ساقط الاعتبار بے وقعت و رذیل نہایت کمزور اور ذلیل قرار دیتے ہو اور کبھی ان کو رئیس کبیر صاحب اثر با اختیار مقبول ناس ومحبوب قلوب بناتے ہو پس ان دونوں باتوں میں سے ایک کو معین کرکے بتاؤ کہ وہ کیا ہیں تاکہ جیسا کہ تم ان کو اپنے نزدیک قرار دو ہم بھی تمہاری قرارداد کے موافق گفتگو کریں علاوہ بریں اگر مبتلا ئے فتنہ و عذاب ہی ہونے پر فضیلت کا انحصار رہا ہے تو عمار و خباب و بلال و دیگر معذبین مکہ کا مرتبہ ابوبکر سے کہیں بالاتر ہوگا اسلیے کہ یہ لوگ ان سے کہیں زیادہ مبتلائے آفت و مصیبت تھے چنانچہ انکی نسبت آیات قرآن کا بھی نزول ہوا جس سے حضرت ابوبکر محروم رہے جیسے کہ خدا کا یہ قول والذین ھاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا۔ یعنی (خدا ان لوگوں سے راضی ہے) جنھوں نے ظلم وجور سہنے کے بعد راہ خدا میں ہجرت اختیار کی۔ مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت جناب و بلال کی نسبت نازل ہوئی۔ اور عمار کے بارہ میں یہ قول خدا نازل ہوا۔ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان۔ یعنی جو لوگ مجبوراً کوئی کلمۂ کفر کہدیں مگر ان کا دل قوت ایمان سے مطمئن ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اور رسول خدا کا گزر جب کبھی عمار اور انکے ماں باپ کی طرف ہوتا تھا اور انکو معذب و مضروب کرتے ہوتے بایں وجہ کہ وہ انکے حلفاء تھے۔ تو حضرت فرماتے صبرا یا آل یاسر فان موعدکم الجنۃ اے آل یاسر صبر کرو انشاء اللہ تمہاری وعدہ گاہ جنت ہے۔ اور بلال کو جلتی ریت پر کروٹیں دیجاتی تھیں اور وہ گرمی سے ہائے جلا ہائے جلا کہتے تھے۔ ہم نے تو ابوبکر کی نسبت ان تکالیف میں سے ایک شمہ بھی نہیں سنا پھر اگر تمہارا یہ قول صحیح ہے

کہ نوفل بن خویلد اور عمیر بن عثمان نے ابوبکر پر عذاب کیا تھا تو علیؑ کا ان پر طراز بر دست احسان ثابت ہوگا ایسلیے کہ ان دونوں کو علیؑ نے بروز بدر قتل کیا چنانچہ جب نوفل کی پنڈلی کو ضرب لگا کر قطع کر دیا تو وہ کہنے لگا یا علی اذکرک اللہ والرحم یعنی میں تم کو خدا اور برادری کا واسطہ دیتا ہوں مجھے چھوڑ دیجیے۔ فرمایا خدا نے ہر قرابت اور رشتہ داری کو منقطع کر دیا ہے بجز اس شخص کے جو تابع محمد مصطفےٰ ہو۔ یہ کہکر دوسری ضرب لگائی اور وہ جاں بحق ہوگیا پھر عمر بن عثمان تیمی کی طرف رُخ کیا دیکھا کہ وہ بھاگنا چاہتا ہے مگر راستہ نہیں ملتا بس اُسکی صدر پر ایسا وار کیا کہ اوپر کا نصف حصہ اسکے پاؤں پر آرہا۔ اور یہ بات نہیں کہ ابوبکر نے ان دونوں سے انتقام کی کوشش نہیں کی۔ کی اور بہت کی مگر افسوس قابو نہ چلا کہ علیؑ کی سی کارگزاری کرتے پس اس بارہ میں بھی علیؑ کا فضل ابوبکر پر واضح اور نمایاں ہے۔ جاحظ کہتے ہیں کہ ابوبکر کو جن وہ مراتب حاصل ہیں جنہیں نہ علیؑ کو شرکت ہے نہ کسی اور کو یہ ہجرت سے پہلے کا معاملہ ہے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ علی کی فضیلت کا اظہار اور شہرت کا اشتہار روز بدر سے ہوا جبکہ انھوں نے جنگ کی مشقتیں جھیلیں اور شجاعت کا امتحان دیا یہ وہ وقت تھا کہ جسمیں مسلمان اور مشرک تعداد میں تقریباً برابر تھے اور ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ جنگ برابر جاری رہے اور خدا نے انکو آگاہ کر دیا تھا کہ حسن عاقبت کا حصہ پرہیزگاروں کے لیے ہے اور ابوبکر ہجرت سے قبل مبتلاء عذاب تھے ہر طرف سے ان پر پھٹکار اور دھتکار ہی پڑتی تھی پھر اس زمانہ میں کہ جب اسلام اور اہل اسلام میں نہ کوئی حرکت تھی نہ ہمت اسی بنا پر وہ اپنے زمانہ خلافت میں کیا کرتے تھے طوبیٰ لمن مات فی فاء فاۃ الاسلام لقول فی ضعفہ یعنی خوشحال اُس شخص کا جو اسلام کے ضعف کے زمانہ میں مرگیا۔ ابوجعفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بیشک ابو عثمان (جاحظ) باطل نے مغلوب کرلیا اور خطا نے اُسکے ہاتھ پاؤں باندھ کر بٹھا دیا ہے اور بد توفیقی نے اسکو مبتلا رحیرت بنا دیا ہے فرط حیرت سے علم و معرفت کو خیرباد کہدیا اور جو مُنھ میں آیا بک دیا آپ دیکھیں کہ علیؑ کی نسبت یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قبل از ہجرت ان کا کچھ امتحان ہی نہیں ہوا نہ انھوں نے کوئی مشقت جھیلی نہ تکلیف اُٹھائی صرف روز بدر سے انکو تکلیف کی مشقت اور امتحان کی محنت کا سامنا ہوا اور شعب ابوطالب کی قید اور وہاں جو جو تکلیفیں جھیلی تھیں ان سب کو طاق نسیان پر رکھدیا یہ وہ وقت تھا کہ ابوبکر بے خوف و بیم آزادی سے مخلع بالطبع باطمینان نفس و سکون قلب جو چاہتے کھاتے پیتے اور جس سے چاہتے ملتے جلتے جہاں چاہتے اُٹھتے بیٹھتے تھے۔ اور اور علیؑ بیچارہ کا یہ حال تھا کہ مصیبت جھیلتے ہول و دہشت میں مبتلا بھوک پیاس کا سامنا شام صبح جان

جانے کا اندیشہ اسلیے کہ روزی کا پہونچنا انہیں کی تدبیر اور ذات پر موقوف تھا شیوخ قریش اور انکے عقلاء سے پوشیدہ طور پر مل کر وہی قوت لا یموت حاصل کرلے تھے تاکہ نبی مکرم اور دیگر بنی ہاشم کے لیے جو اسوقت محصور تھے سد رمق ہو جائے۔ دشمنانِ رسولؐ خدا مثل ابوجہل بن ہشام و عقبہ بن معیط و ولید بن مغیرہ و عتبہ بن ربیعہ اور دیگر قریش کے فراعنہ اور جبابرہ سے ہر وقت کھٹکا لگا ہوا تھا کہ کہیں ناگہاں حملہ کر کے قتل نہ کر دیں خود بھوکے رہتے اور رسولؐ کو اپنا حصہ کھلاتے خود پیاس کی تکلیف اٹھاتے اور حضرت کو اپنا پانی پلاتے بیماری میں تیماردار وحشت و تنہائی کے یار غمگسار صرف علیؑ ہی تھے ابوبکر کو ان سب مصائب سے کچھ علاقہ نہ تھا وہ چین سے اپنے گھر میں تھے بنی ہاشم کے آلام و مشقت میں نہ انکو کچھ شرکت تھی نہ انکے حالات سے پوری وقفیت اجمالاً کچھ جانتے ہوں تو جانتے ہوں ورنہ تفصیل سے انکو کیا علاقہ یہ وہی جانتا ہے جسپر پڑتی ہے تین برس کامل میل جول لین دین شادی بیاہ نشست برخاست سب انکے ساتھ بند تھی پہاڑ کی ایک گھاٹی میں محبوس و محصور تھے نہ کہیں آسکتے تھے نہ جا سکتے تھے نہ اپنی حاجتوں کو پورا کر سکتے تھے جاحظ نے اس فضیلت و خصوصیت کو جس کا نظیر نہیں۔۔۔ معلوم کیوں نظر انداز کر دیا لیکن جاحظ کو جب الفاظ مل جائیں اور زبانی تقریر میں آجائے تو پھر نہ تو معنی و مطلب کے ضائع ہونے کی پروا ہوتی ہے نہ غلطی و خطا کا خیال رہتا ہے۔

لیکن جاحظ کا یہ قول کہ بعد کو مسلمانوں کو جتلا دیا گیا تھا کہ انجام میں کامیابی تمہارے ہی لیے ہے اس میں ایک نہایت باریک بات کی طرف اشارہ ہے جاحظ کا مطلب یہ ہے کہ علیؑ کو جہاد میں خیال فضیلت نہیں اسلیے کہ رسول نے ان کو آگاہ فرما دیا تھا کہ مظفر و منصور تم ہی ہو گے اور کامیابی کا سہرا آخر میں تمہارے ہی سر رہے گا لہذا وہ مطمئن تھے۔ یہ بات جاحظ کا شیطانی وسواس ہے اور انکی فریب و دغا اور چالاکی کا ایک ادنی نمونہ ہے حالانکہ جو کچھ بھی زبان درازی کی ہے وہ سب غلط اور خلاف حق ہے اسلیے کہ رسولِ خداؐ نے صرف علیؑ ہی کو نہیں بلکہ اپنے تمام صحابہ کو جتلا دیا تھا کہ انجام کار کامیابی تمہاری ہے کسی ایک خاص شخص کی تخصیص اسمیں نہ تھی جس سے یہ کہدیا ہو کہ تو قتل نہو گا علیؑ اور غیر علی اسمیں سب برابر ہیں اور بالفرض اگر یہ بات صحیح بھی مان لیجائے کہ حضرت نے ان سے کہدیا تھا کہ تم قتل نہ ہو گے تو یہ کہاں لکھا ہے کہ یہ بھی کہدیا تھا کہ ان کا کوئی عضو بھی قطع نہو گا نہ انکے جسم کو کسی زخم کا صدمہ پہونچے گا نہ یہ بتایا تھا کہ کوئی ضرب شدید انکے نہ لگے گی علاوہ بریں جس طرح حضرت نے بعد ہجرت اپنے اصحاب کو انکی کامیابی کی خبر دی تھی اسیطرح اس سے پہلے بمقام مکہ سب کو اس سے مطلع فرما چکے تھے کہ آخر میں تمہاری ہی فتح ہے پس اگر بعد نبوت اس امر کے

جتلا دینے کی وجہ سے علیؑ اور دیگر مجاہدین کی فضیلت میں بٹہ لگتا ہے تو پھر حضرت ابوبکر وغیرہ کو بھی قبل از ہجرت تکالیف کفار برداشت کرنے میں کوئی ثواب حاصل نہ ہوگا اسلیے کہ رسول آپ کو بھی اس سے آگاہ کر چکے چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ حضرت نے قبل از ہجرت ابوبکر سے نصرت کا وعدہ کیا تھا اور ان سے کہا تھا کہ میں ان کفار کو ذبح کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں عنقریب خدا ان کے مالوں کو ہمیں غنیمت میں دے گا اور انکے دیار و امصار پر ہم قابض و مالک ہونگے لہذا دونوں مقام پر امر یکساں اور متحد ہے۔

جاحظ کہتے ہیں کہ اصحاب نبی کی تکالیف کے دو زمانہ ہیں ایک تو وہ وقت تھا جسمیں وہ اہل مکہ اور مشرکین قریش سے مقابلہ کر رہے تھے اور اہل مدینہ جو صاحبان باغ و راغ و نخل و دخل اور مردان میدان صبر و رضا و شیران بیشہ شجاعت و وغا و یاران غمگسار و حامیان با اختیار دارائے کثرت و شمار و فا شعار مردان کار تھے انکے معاون و مددگار تھے اور ایک انکا مکہ میں قیام کا زمانہ تھا جہاں ہر وقت مبتلا رفتنہ و آلام و سب و شتام تھے کبھی زد و کوب کی مصیبت کبھی جلاوطنی کی آفت بھوک پیاس سے رنجور تمام قوم کے مغضوب و مقہور بے طاقت و حرکت بالکل مجبور مبتلا رذلت و حقارت وقار و حرمت سے محروم فقیر بے مال و ذلت و ثروت معدوم خوف جان و آبرو سے چھپے چھپے پھرتے تھے کیا ممکن کہ اظہار دعوت کر سکیں کھلے بندوں اپنے کو مسلمان کہہ سکیں ان دونوں زمانوں میں کھلا فرق ہے قیام مکہ کے وقت اصحاب نبی اس حالت میں تھے کہ جسنے لوط سے نبی کو یہ کہنے پر مجبور کر دیا لو ان لی بکم قوۃ او اوی الی رکن شدید کاش مجھے تمہارے مقابلہ کی قوت ہوتی یا پناہ گیری کیلئے مجھے کوئی زبردست رکن ملجا تا۔ اسی پر ہمارے نبی نے فرمایا ہی کہ مجھے اپنے برادر محترم لوط سے تعجب ہے کہ خدا کو اوی و ملجا بناتے ہوئے پھر کیونکر وہ کسی رکن شدید کے متلاشی تھے۔ پھر مسلمانوں کی یہ حالت صرف دو ایک دن نہیں رہی یا مہینہ دو مہینہ یا سال دو سال بلکہ برسہا برس یہی مصیبت قائم تھی اور ان سب میں سب سے زیادہ مبتلا آفت و محنت رسولؐ کے بعد ابوبکر کی ذات تھی اسلیے کہ ان کا قیام رسول خدا کے قیام ساتھ تیرہ برس برابر رہا یہی وہ مدت ہے جسکو مورخین نے رسول کے قیام مکہ کا اوسط قرار دیا ہے۔

ہمارے استاد ابوجعفر فرماتے ہیں۔ کہ جاحظ کے اس دعوے پر کہ ابوبکر اصحاب رسولؐ میں بعد رسولؐ سب سے زیادہ محنت و مشقت و کلفت و مصیبت میں مبتلا رہے اس تمام عبارت میں بجز اسکے اور کوئی دلیل نظر نہیں آتی کہ انھوں نے رسول اللہ کی مدت قیام تک مکہ میں قیام کیا مگر یہ صحبت تنہا ابوبکر کے ساتھ ہی مخصوص نہیں اسلیے کہ علیؑ بھی رسول کے ساتھ اتنے ہی عرصہ مقیم رہے ایسے ہی طلحہ اور زید اور عبد الرحمن و بلال و خباب وغیرہم۔

جاحظ پر واجب ولازم یہ تھا کہ ایسی کوئی دلیل پیش کرتا جو حضرت ابوبکر کے بعد رسولؐ زیادتی مشقت ومحبت پر
دلالت کرتی حالانکہ اس سے ابوبکر کی تخصیص لازم نہیں آئی دوسرے بھی شریک نظر آتے ہیں۔ پس درحقیقت
یہ استصحاب فی نفسہ فاسد وباطل ہے۔ پھر جاحظ سے یہ پوچھا جائے کہ مہربانی فرماکر یہ تو فرمائیے کہ آپ نے شب ہجرت
میں علیؑ کے بستر رسولؐ پر خواب کرنے کو کیوں چھوڑ دیا آیا یہ نسیان کا زور تھا یا عمداً آپ نے بھلا دیا اسلیے کہ وہ
محنت شاقہ اور فضیلت شریفہ اور امتحان عظیم ہے کہ صاحب عقل ونظر جسقدر اسمیں غور وفکر کرے گا اسکے تحت
میں طرح طرح کے فضائل اور قسم قسم کے مناقب پائے گا۔ اور یہ قصہ یوں ہے کہ جب مشرکین مکہ کے نزدیک
یہ خبر محقق ہوگئی کہ رسول خدا نے انکے درمیان سے نکل جانے اور دوسری کسی قوم میں چلے جانے کا مصمم قصد
فرما لیا ہے تو وہ اسکے علاج وتدبیر کے درپے ہوئے اور سبنے اس امر پر اتفاق کیا کہ رات میں آپکے خوابگاہ پر
حملہ آور ہوں اور قریش کے ہر قبیلہ کے ایک آدمی کے پاس تلوار ہو پھر سب مل کر حضرت کو شہید کر ڈالیں تاکہ
حضرت کا خون ایک شخص یا ایک قبیلہ پر عاید نہو بلکہ سب قبیلوں میں تقسیم وتفریق ہو جائے اور اسطرح سے
بنی ہاشم بطون قریش میں سے کسی ایک خاص قبیلہ سے طالب خون نہو سکیں اور اس رات اور اس
بات پر سبنے باہم حلف کر لیا اور کل آمادہ اور ہتیار ہوگئے ان کا یہ حال جب رسولخدا کو معلوم ہوا تو حضرت نے
ایسے شخص کو طلب فرمایا جو آپکے نزدیک سب سے زیادہ موثوق ومعتمد اور ایک روح دو قالب کا مصداق اور
راہ حق میں جان دینے پر سب سے زیادہ دلیر اور اطاعت گذاری میں سب سے زیادہ سریع السیر تھا پھر اس سے
فرمایا کہ قریش نے آج رات کو سوتے میں میرے اوپر حملہ کرنے کی ٹھان لی ہے لہذا تم میرے بستر پر چلے جاؤ اور
میری خوابگاہ میں سو رہو اور میری حضرمی چادر اوڑھ لو تاکہ وہ لوگ یہ سمجھیں کہ میں یہیں ہوں کہیں گیا نہیں
حالانکہ میں انشاء اللہ یہاں سے نکل جاؤں گا۔ پس پہلے تو آنحضرتؐ نے علی مرتضیٰؑ کو کسی حیلہ کے ذریعہ سے
اپنا بچاؤ کرنے سے منع فرمایا اور ہر قسم کے داؤں گھات اور تدابیر سے جنکو لوگ اپنی حفاظت نفس کے لیے عمل میں
لاتے ہیں باز رکھا مزید براں اس امر پر مجبور کر دیا کہ اپنی جان معرض ہلاکت میں ڈال دیں اور اپنی ذات ان
تیز تلواروں کے سامنے پیش کر دیں جو ان دشمنوں کے ہاتھوں میں تھیں جنکے دل بغض وکینہ سے لبریز تھے علیؑ
نے سب باتوں کو سمعاً وطاعۃً کہکر نہایت خوشدلی کے ساتھ قبول کر لیا اور حضرت کے فرش خواب پر رضا و
صبر وثواب واجر کی امید میں آرام فرمایا اور اپنی جان کو آنحضرتؐ کی سپر بنا کر منتظر قتل وشہادت لیٹ
رہے ہم تو جانبازی سے بالاتر کوئی ایسا درجہ عمل نہیں پاتے جسپر صبر کرکے کوئی کسی درجۂ فضیلت کی خواہش

کرے اور اس خواہشمند کو وہ نہ مل جائے جان کی سخاوت پر جود و کرم کی انتہا ہے۔ اگر رسول اللہ صلعم کو اسکا
اہل نہ جانتے تو ہرگز یہ تکلیف وارد نہ کرتے ورنہ اگر آپ کے نزدیک علیؑ کے صبر یا شجاعت یا اپنی خیرخواہی میں کچھ
نقص ہوتا اور امتحاناً یہ فعل کیا ہوتا تو خود ممتحن کی رائے پر یہ نقص وارد ہوتا ہے اور اس تجویز میں تقصیر کا الزام لازم
آتا ہے اور یہ وہ بات ہے کہ کسی مسلمان کی زبان سے نکل نہیں سکتی جمیع اہل اسلام اسپر متفق ہیں کہ رسول اس تجویز میں
بالکل صائب الرائے تھے اور انتخاب بیحد حسن اور بالکل ٹھیک تھا پھر صاحبان غور و تامل اگر اسمیں ذرا
غور کریں تو مختلف وجوہ فضیلت اسمیں نظر آتے ہیں ان میں سے ایک تو یہی کہ گو علیؑ حضرت کے عندیہ میں
صاحب اعتماد و وثوق تھے کہ اس کام کو کر لیجائینگے مگر اسکا کیا اطمینان تھا کہ رازداری کی صفت بھی
ان میں موجود ہے ممکن تھا کہ راز کو چھپا نہ سکتے اور دشمنوں پر جب یہ راز افشا ہو جاتا تو تمام بنا بنایا کھیل
اس رات کا بگڑ جاتا یہ بھی مانا کہ علیؑ معتبر و معتمد رازدار بھی تھے اور شجاعت و شہامت سے بھی بہرہ ور مگر ممکن
تھا کہ فرش خواب پر پڑے رہنے کا تحمل نہ کر سکیں اسلیے کہ یہ امر شجاعت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا شجاع تو
کھلے بندوں شجاعت کر سکتا ہے یہاں تو سونے کا حکم دیکر ہاتھ پاؤں باندھ دیے تھے کہ کچھ کر ہی نہ سکتے تھے
بلکہ دست بستہ و پاشکستہ بے بس سے بھی یہ مشقت بالاتر تھی اسلیے کہ بندھا ہوا آدمی جانتا ہے کہ اسے
بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں لہذا وہ مجبور ہے اور علیؑ تو وہاں سے چلے جانے پر قادر تھے اور اسطرح وہ اپنے
نفس سے اس مصیبت کو دفع کر سکتے تھے۔ باوجود اس امکان کے پھر بھی نہ وہاں سے جنبش کی نہ اپنے بچاؤ
کی کوئی تدبیر اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ وہ حضرت کے نزدیک حافظ اسرار شجاعت شعار فرش خواب پر
سونے کے متحمل صاحب وقار تھے پھر اسکا کیا اطمینان تھا کہ عقوبت کے پڑتے وقت اور مودی عذاب
ہنگام میں ان کا صبر جواب نہ دے گا تا آنکہ دل کے راز کو اظہار نہ کر دینگے اور جو بات وہ چاہتے ہیں اسے
نہ قبول دینگے کہ رسولؐ نے فلاں راستہ اختیار کیا اور اس جگہ پوشیدہ ہیں لوگ یہ سن کر حضرت کی تلاش کریں
اور گرفتار کر لیں۔ انھیں وجوہ کی بنا پر علمائے اعلام ملت اسلام قائل ہو گئے ہیں کہ اس رات کی سی
فضیلت جو علیؑ کو حاصل ہوئی ہمارے علم سے باہر ہے کہ کسی البشر کو حاصل ہوئی ہو ہاں اگر اسکا مقابلہ کچھ
ہو سکتا ہے تو اسحق اور ابراہیم علیہما السلام سے جبکہ وہ دونوں مذبح اور قربانی پر راضی ہو گئے اور اگر ہمارا
یہ مسلمہ عقیدہ نہ ہوتا کہ انبیا غیر انبیا سے افضل ہوتے ہیں تو ہم صاف کہدیتے کہ علیؑ کی تکلیف و محنت کی عظمت
ان سے کہیں بالاتر ہے اسلیے کہ روایت میں وارد ہوتا ہے کہ اسحق کو جب لیٹنے کا انکے باپ نے حکم دیا ہے تو لاکھوں نے

تامل کیا اور گھبرائے اور بخوف جان رو دیے اور انکے باپ کو بھی اسکا علم تھا کہ ان کو اسمیں توقف ہے
اسیوجہ سے یہ کہا کہ فانظر ماذا تری بتلاؤ تمھاری کیا رائے ہے مگر علیؑ کا حال اسکے بالکل برخلاف ہے
اسلیے کہ انھوں نے نہ توقف کیا نہ گھبرائے نہ چہرہ کا رنگ بدلا نہ اعضاء میں اضطراب ہوا۔ حالانکہ اصحاب رسول
کی عادت تھی کہ اکثر حضرت کی رائے کے خلاف مشورہ دیا کرتے تھے اگر حضرت پہلے سے حکم دیچکے بھی ہوتے تو
اسکی بھی پروا نہ کرتے اور حضرت بھی اپنی رائے کو چھوڑکر انھیں کے کہے پر عمل فرماتے تھے جیسا کہ بروز جنگ خندق
معاملہ پیش آیا حضرت احزاب قریش سے خرما مدینہ کا ثلث دے کر صلح کرنے پر راضی ہوگئے تھے لیکن اصحاب
نے مشورہ دیا کہ ایسا نہ کیجیے چنانچہ حضرت نے انھیں کے مشورہ پر عمل فرمایا اور اپنی رائے کو ترک کر دیا اصحاب
کے ساتھ ہمیشہ حضرت کا یہی قاعدہ تھا اور یہی عادت ان سے قرار دے رکھی تھی بنا برین علیؑ کو بھی موقع
تھا کہ کوئی عذر و حیلہ پیش کر دیتے اور امتثال امر میں توقف کرتے اور کہہ دیتے کہ یا رسول اللہ میں تو آپ کے ہمراہ
رہوں گا اور دشمن سے آپ کی حمایت و حفاظت کروں گا اور اپنی تلوار سے دشمنوں کو آپ سے دفع کرونگا
آپ کے ہمراہ مجھ سے آدمی کا رہنا ضروری ہے بستر پر ہم اپنے غلاموں میں سے کسی کو سلائے دیتے ہیں
جو آپ کے مقام پر قائم رہے گا اور لوگ اسکو آپ کی جگہ خاصہ کی چادر اوڑھے ہوئے سوتا دیکھ کر یہی
خیال کرینگے کہ آپ کہیں باہر نہیں گئے ہیں اور اپنے مرکز پر قائم ہیں مگر باوجود گنجائش موقع انھوں نے
یہ نہیں کیا اور نہ توقف کیا نہ رکاوٹ کو کام میں لائے نہ اضطراب کیا اسکی یہی وجہ تھی کہ دونوں بزرگوار
جانتے تھے کہ اس محنت کی گرانی اور سنگینی کے مقابلہ میں کوئی دوسرا ثابت قدم نہیں رہ سکتا نہ اس ورطہ
ہلاکت میں کوئی قدم رکھ سکتا ہے بجز اس ذات والا صفات کے جسکو باری تعالی نے اس تکلیف شاق و مشقت
مالا یطاق پر خاص طور سے قوت صبر عطا فرمائی ہو اور اس فضیلت کی کامیابی کا سہرا اسکے سر پر قرار دیا ہو
کچھ اسی پر موقوف نہیں علی مرتضی سے اس قسم کے اکثر افعال ظہور میں آئے ہیں مثلاً عمرو ابن عبدود کے دعوت
جنگ کے روز جب اس نے تمام مسلمانوں کو اپنی مبارزت کے لیے بلایا لیکن سب لوگ اسکے زور و قوت سے
واقف تھے کسی کی ہمت نہ پڑی کہ اسکے مقابلہ کو نکلے جب اس نے بار بار آواز دی تو علیؑ کھڑے ہوگئے اور
عرض کی میں اس سے مقابلہ کرونگا رسولؐ نے فرمایا جانتے بھی ہو کہ یہ کون ہے یہ عمرو ہے کہا ہاں مجھے معلوم ہے
وہ اگر عمرو ہے تو میں علیؑ ہوں یہ سنکر رسول اللہ نے انکو اسکے مقابلہ پر جانے کی اجازت عطا فرمائی اور جب
وہ روانہ ہوگئے تو فرمایا لقد برز الایمان کلہ الی الشرک کلہ یقیناً پورا ایمان پورے شرک کے مقابلہ کے لیے

نکلا ہے ایسا ہی واقعہ احد کے روز ظہور میں آیا جبکہ بہادران قریش رسولخدا کے قتل کے درپے تھے اور حضرتؐ پر حملہ کر رہے تھے اور علی مرتضیٰ نے حضرت کی حمایت میں جان لڑادی اور سب کو حضرت کے سامنے کاٹ کر ڈال دیا تاآنکہ جبرئیل امین نے کہا یا محمد ان ھذہ ھی المواساۃ اے محمدؐ غمخواری اور اخلاص اسیکا نام ہے جو علیؑ سے ظہور میں آئی حضرت نے فرمایا انہ منی و انا منہ کیوں نہو وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں یہ سُن کر جبرئیل نے عرض کی انا منکما کہ میں تم دونوں سے ہوں۔ اگر ہم علی کے اُن ایام اور مقامات کو جنہیں انہوں نے اپنے نفس کو راہِ خدا میں دیچڈالا اور جان پر کھیل گئے کل کا شمار کرنا چاہیں تو طول ہو جائے گا۔

جاحظ نے کہا ہے کہ اگر کوئی مدعی علیؑ مرتضےٰ کے لیے فرش خواب رسولؐ پر آرام کرنے سے انکی فضیلت پر حجت پیش کرے تو ہم ابوبکر کی ہمراہی غار کو پیش کرینگے پھر غار اور فراش میں کھلا ہوا فرق ہے اسلیے کہ غار اور صحبت ابوبکر کا ذکر قرآن میں موجود ہے لہذا اسکا مرتبہ نماز و زکوٰۃ اور ان دیگر مسائل کا سا ٹھہرا جنکا قرآن ناطق ہے اور علیؑ مرتضیٰ کا فرش رسولؐ پر سو رہنا گو اپنے مقام پر ثابت و صحیح ہو مگر قرآن میں اسکا ذکر کہیں نہیں صرف روایات میں وارد ہوا ہے اور دیگر سیر کی طرح مذکور ہے ظاہر ہے کہ اسکا توازن و تقابل اسکے برابر نہیں ہو سکتا۔ ہمارے استاد ابوجعفر کہتے ہیں کہ یہ فرق کچھ اثر نہیں رکھتا اسلیے کہ حدیث فراش بتواتر ثابت ہے بنا بریں اس میں اور منصوصات کتاب میں کوئی فرق نہیں رہا پس اسکا انکار کوئی نہیں کر سکتا مگر یا تو وہ شخص جسکو جنون عارض ہو گیا ہو یا وہ شخص جو ملت اسلام سے کوئی تعلق نہ رکھتا ہو اور اسکو اسلامی واقعات کی کوئی اطلاع نہ ہو کیا فرض نمازوں کا پنجگانہ ہونا اور سونے کی زکوٰۃ دس کی چوتھائی قرار پانا اور خروج ریح کا ناقض وضو ہونا اور اسی قسم کی اور چیزیں جنکا حکم بتواتر معلوم ہے آپ کی رائے میں ان احکام کے مخالف ہیں جو کتاب میں منصوص ہیں اسکو کوئی عاقل رشید تو کہنے کا نہیں علاوہ بریں خدا نے اپنی کتاب میں ابوبکر کا کہیں نام نہیں لیا صرف اذ یقول لصاحبہ فرمایا۔ ہمیں ابوبکر کا پتہ حدیث ہی سے معلوم ہوا یا کتب سیر سے۔ اور اہل تفسیر نے بالاتفاق لکھا ہے کہ قول خدا اذ یمکر اللہ واللہ خیر الماکرین سے علی مرتضیٰ کی طرف اشارہ ہے اسلیے کہ علیؑ نے ہی انکے ساتھ داؤ چلا ابتدا آیت یہ ہے واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین یعنی اے نبی اسوقت کو یاد کرو جب کہ کافروں نے تجھ سے مکر کرنا چاہا کہ یا تو تجھے قید کرلیں یا قتل کردیں تجھے مکہ سے خارج کردیں وہ تو یہ مکر کر رہے تھے اور خدا انکے مکر کا جواب دے رہا تھا خدا داؤ چلنے والوں سے زیادہ چال چلنے والا ہے۔ یہ آیت شب ہجرت کے بارہ میں

اُتری ہے کفار کا مکر یہ تھا کہ انھوں نے کل قبیلوں پر تلواریں تقسیم کردی تھیں تاکہ خون ایک قبیلہ کے ذمہ نہ رہے اور خدا کا جواب یہ تھا کہ علیؑ کو فراش رسول پر سُلادیا بس اب دونوں واقعوں میں کچھ فرق نہ رہا۔ نہ اسکی تصریح ہے نہ اسکی بلکہ دونوں کنایہ اور اشارہ میں بیان ہوئے ہیں نیز جمہور مفسرین نے روایت کی ہے کہ قول خدا ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ (یعنی لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو اپنی جان کو خوشنودی خدا کی خاطر بیچ ڈالتے ہیں) شب ہجرت میں علیؑ کی شان میں جبکہ وہ فرش رسول پر سوئے ہیں نازل ہوا بس یہ بھی خدا کے قول اذیقول لصاحبہ کے مثل ہے دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ۔

جاحظ کہتے ہیں ۔ایک اور فرق بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر مان بھی لیا جائے کہ علیؑ کی بیعت خواب گاہ رسول پر ابوبکر کے غار کی ہمراہی کے مثل وارد ہے پھر بھی علیؑ کو اسمیں کچھ بڑی طاعت حاصل نہو گی اسلیے کہ ناقلین نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت نے علیؑ سے فرمادیا تھا نم فلن یخلص الیک شئی تکرھہ یعنی سو رہو تمھیں کوئی ایسی بات پیش نہ آئے گی جو ناگوار خاطر ہو۔ اور ایک شخص نے بھی یہ نقل نہیں کیا کہ حضرت نے ابوبکر سے اپنی صحبت میں رہنے اور ساتھ دینے میں اسطرح کی کوئی تسکین وہ بات کہی ہو نہ کبھی یہ کہا کہ راہ خدا میں خرچ کر اور بندہ آزاد کر تو کبھی محتاج نہو گا نہ کوئی مکروہ بات پیش آئے گی ۔

اُستاد ابو جعفر فرماتے ہیں یہ قول صریح جھوٹ اور تحریف ہے اور روایت میں اس مضمون کو داخل کرنا جو اسکا جز و نہیں ہے حالانکہ نقل مشہور یہ ہے کہ حضرت نے علیؑ مرتضیٰ سے فرمایا اذھب فاضطجع فی مضجعی وتغش ببردی الحضرمی فان القوم سیفقدوننی ولا یشھدون مضجعی فلعلھم اذا رؤک یسکنھم ذلک حتی تصبح فاذا اصبحت فاغد فی اداء امانتی ۔یعنی علیؑ جاؤ اور میری خوابگاہ میں لیٹ جاؤ اور میری حضر موت والی چادر اوڑھ لو اسلیے کہ لوگ تھوڑی دیر میں میری تلاش کرینگے اور میرے بستر پر مجھے نہ دیکھیں گے (تو متلاشی ہونگے) اور جب وہ تمھیں (وہاں لیٹا ہوا) دیکھینگے تو شاید اس سے انکو تسکین رہے تا آنکہ صبح ہو جائے ۔ پھر جب صبح ہو جائے تو میرے پاس لوگوں کی جو امانتیں ہیں انکی ادائگی شروع کر دینا۔

جاحظ نے جو مضمون و عبارت نقل کی ہے وہ کہیں منقول نہیں ہوئی البتہ اسکو ابوبکر اصم نے سب سے پہلے اپنی طرف سے ایجاد کیا ہے اور جاحظ نے بلا تحقیق اسی سے لیا ہے حالانکہ اسکی کوئی اصل نہیں اور اسکی کچھ اصل ہوتی تو لازم تھا کہ علیؑ کو کسی قسم کی تکلیف اُن سے نہ پہونچتی حالانکہ سب کا اسپر اتفاق ہے کہ انپر پتھر پھینکے گئے اور

چوٹیں لگائی گئیں قبل ازیں کہ یہ معلوم ہو کہ وہ کون ہیں حتی کہ وہ بےچین ہوئے اور جب انھوں نے پہچان لیا تو
ان سے کہا ہمیں تمہاری بےچینی دیکھکر تعجب تھا اسلیے کہ جب ہم محمد پر اینٹیں پھینکا کرتے تھے تو وہ بےچین نہیں
ہوتے تھے اور اگر مان بھی لیا جائے کہ رسولخدا نے فرمایا کہ کوئی مکروہ بات تم پر وارد نہوگی اور مکروہ سے حضرت
کی مراد قتل ہو تو ہم نے تسلیم کر لیا کہ وہ قتل سے مطمئن اور مامون ہوگئے مگر چوٹ کھانے اور ذلت اٹھانے یا
کسی عضو کے کٹ جانے سے گو جان صحیح و سالم رہے کیا اطمینان تھا کیا خدا نے اپنے نبی سے یہ نہیں فرمایا بلغ
ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس اے نبی
جو تجھ پر تیرے رب کی طرف سے اُتارا گیا ہے اسے پہونچا دے اور اگر ایسا نہ کیا تو گویا تو نے اپنی رسالت ہی
نہ پہونچائی اور خدا تیری لوگوں سے حفاظت کرے گا باوجود اس وعدہ عصمت و حفاظت کے پھر حضرت کے
آگے کے دندان مبارک شکستہ ہوگئے اور چہرۂ مبارک زخمی ہوا اور ساقہاے مبارک خوناخون ہوگئیں۔
وجہ یہ تھی کہ صرف قتل سے حفاظت کا وعدہ تھا (نہ دیگر تکالیف سے) پس اسیطرح سے وہ مکروہ جس سے علی کو اطمینان
دلایا گیا تھا (بشرطیکہ یہ بات درجۂ صحت کو پہونچ جائے کہ یہ لفظ وارد و حدیث ہی) تو صرف اس سے مراد قتل و
ہلاکت ہوگی۔ نہ دیگر مصائب۔ پھر جاحظ کو ترکی بترکی یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ انکے اس عندیہ کے بموجب
کہ ابوبکر کو بھی غار کی معیت سے کوئی فضیلت حاصل نہیں اسلیے کہ نبی نے ان سے کہا لا تحزن ان اللہ معنا
گھبرا مت خدا ہمارے ساتھ ہے اور وہ شخص جسکے ساتھ خدا ہو وہ بلاشبہ ہر بدی سے مامون محفوظ رہتا ہے
اب فرمائیے کہ آپنے یہ کیونکر کہا کہ کسی ناقل نے نہیں نقل کیا کہ ابوبکر سے غار میں اطمینان کا کوئی لفظ کہا گیا ہو
جیسا کہ علی سے کہا گیا پس جو آپ اسکا جواب دینگے وہی ہمارا جواب آپ کے اعتراض سے ہوگا اس سے
بالاتر لیجیے آپ کی یہ تقریر خود آپکے اوپر اُلٹ جاتی ہے اور ذات نبی پر اعتراض لازم آتا ہے اسلیے کہ خدا
نے آں حضرت سے وعدہ فرمایا تھا کہ دین اسلام غالب و ظاہر ہوگا اور انجام کار کو انھیں کے حق میں قرار
دیا تھا پس بنا بر آپکے قول کے لازم آتا ہے کہ آنحضرت بھی اُن تکالیف و مصائب پر جنکا تحمل کیا اور مکروہ و
اذیت پر جو وارد ہوئیں متاثر نہوں کیونکہ وعدۂ خدا سے حضرت کو اپنی فتح اور سلامتی کا یقین تھا۔
جاحظ نے کہا ہو کہ اگر کوئی ابوبکر کے صاحب رسول ہونے کا انکار کرے تو کافر ہو جاتا ہے اسلیے کہ اس نے
نص کتاب کا انکار کیا پھر خدا کے قول ان اللہ معنا سے ابوبکر کو جو فضیلت حاصل ہے اسکو دیکھو کہ ابوبکر معیت
رسول میں خدا کے شریک ہیں نیز انزال سکینہ (سکون و اطمینان کے اُترنے) میں اکثر لوگوں نے

تو یہ کہنا ہے انزال سکینہ آیت میں صرف ابوبکر کے ساتھ مخصوص ہے اسلیے کہ وہی سکینہ کے محتاج تھے کیونکہ بایں وجہ کہ قلت قلبی جو خاصۂ طبیعت انسانی ہے انپر چھا گئی تھی اور نبی کو اسکی کوئی احتیاج نہ تھی اسلیے کہ وہ تو واقف تھے کہ خدا کی حراست وحفاظت انکی نگہبان ہے لیس انپر نزول سکینہ کے کوئی معنی نہونگے یہ تیسری فضیلت ہے جو ابوبکر کو حاصل ہے۔

استاد ابوجعفر فرماتے ہیں ابوعثمان (جاحظ) بیکار بیکار شیعوں کے مطاعن اپنی طرف کھینچ رہے ہیں جسکے برداشت کی انہیں طاقت نہیں حالانکہ غیر متعلق باتوں کی انکو کوئی ضرورت نہ تھی۔ اسلیے کہ شیعوں کا یہ زعم ہے کہ یہ آیت ابوبکر کے لیے منقبت وفضیلت ہونے کی بہ نسبت عیب وطعن ہونے کی زیادہ سزاوار ہے اسلیے کہ جب نبی نے ان سے لاتحزن کہا اس سے ثابت ہوا کہ انپر دہشت اور حزن غالب ہوگیا تھا اور یاس وخوف نے انھیں گھیر لیا تھا اور جان کے خوف سے گھبرا گئے تھے حالانکہ یہ باتیں مومنین صابرین کے صفات سے خارج ہیں اور اس دہشت وحزن کو طاعت خدا کہنا جائز نہیں اسلیے کہ خدا طاعت سے ممانعت نہیں فرماتا یہ فعل جب طاعت نہ ٹھہرا تو گناہ ہوا اور نہ نہی نہ آتی رہا قول ان اللہ معنا تو اسکے یہ معنی ہیں ان اللہ عالم بحالنا وما نضمرہ من الیقین والشک یعنی خدا ہمارے حال کو جانتا ہے اور ہمارے دل میں جو یقین وشک ہے اس سے خوب واقف ہے یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص اپنے ساتھی سے کہے دیکھو میری نسبت کوئی بدی دل میں نہ لانا اور کسی امر قبیح کا خیال نہ کرنا اسلیے کہ خدا ہمارے ظاہر وباطن کو جانتا ہے یہ بھی خدا کے اس قول کے مثل ہے ولا ادنی من ذلک ولا اکثر الا ھو معھم اینما کانوا انکی کوئی اس سے چھوٹی یا بڑی بات نہیں مگر وہ انکے ساتھ ہے جہاں بھی رہیں یعنی انکی حالت سے علم رکھتا ہے سکینہ اسکی لسنبت کہا جا سکتا ہے کہ نبی کی طرف رجوع نہیں ہو سکتا حالانکہ اسی کے بعد خدا کا یہ قول ہے وایدہ بجنود لم تروھا یعنی خدا نے اسکی تائید ایسے لشکروں سے کی جنکو کفار نے نہیں دیکھا فرمائیے کیا آپکی رائے ہیں ان جنود سے رسول خدا مؤید تھے یا ابوبکر اور یہ کہنا کہ حضرت کو سکینہ کی کوئی حاجت نہ تھی آپ اس سے مستغنی تھے بالکل صحیح نہیں دنیا میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں جو الطاف آلہیہ اور توفیقات ربانیہ اور تائیدات حقانیہ سے مستغنی ہو اور اسکی طرف دل کے ٹھکانے رہنے کی حاجت نہ رکھتا ہو حالانکہ قصۂ جنگ حنین میں فرمایا ہے وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ (اے اصحاب رسول شدت جنگ سے زمین باوجود اپنی اس تمام وسعت کے تمہارے اوپر تنگ ہوگئی تھی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگے پھر خدا نے اپنا سکینہ اپنے رسول پر نازل کیا یعنی تمہاری سی گھبراہٹ خدا کے اس فعل سے لاحق نہیں ہوتی۔ رہی صحبت رسول اس سے سوائے رفاقت اور ہمراہی کے اور کچھ ثابت نہیں ہوتا صحبت ورفاقت کبھی بغیر ایمان بھی ہوا کرتی ہے

جیسا خدا فرماتا ہے قال لہ صاحبہ وھو یحاورہ اکفرت بالذی خلقک اس سے اس کے ساتھی نے کہا
جبکہ وہ اس سے باتیں کر رہا تھا کیا تو اپنے خالق سے کافر ہو گیا۔ ہم اگرچہ خود اسکے معتقد ہیں کہ ابوبکر صاحب
اخلاص تھے اور ایمان صحیح و تسلیم پر فائز تھے اور فضیلت تامہ وکاملہ انکو حاصل تھی مگر ہم جاحظ کے
مقابلہ میں انھیں کی سی اپنی حجتیں پیش کرتے ہیں اور شیعوں کے الزام سخت اور مطاعن سے جنہیں وہ ہمیں
مبتلا کرتے ہیں کوئی تعلق نہیں جاحظ نے کہا ہے کہ اگر ہم تسلیم بھی کرلیں کہ بستر رسول پر سونا کوئی فضیلت ہے
مگر اسکو ابوبکر کے زمانۂ سکونت مکہ میں گرفتاران عذاب کفار کو آزاد کرانے اور مال کثیر کے صرف کرنے اور بیشمار آدمیوں
کے انکے ہاتھ پر اسلام لانے سے کیا نسبت ہو سکتی ہے حالانکہ دونوں طاعتوں میں فرق ہے جوان ناتجربہ کار اور
نوعمر کم سن کی طاعت جو اس نے اپنے سردار قوم کی عزت قائم رکھنے کے لیے جسمیں خود اسکی عزت ہو کی ہواس کبیر السن
صاحب وقار کی طاعت کے مقابلہ میں جس کا نتیجہ کسی ایسے شخص کی سرداری ہو جسکا ثمرہ اور مفاد اس بزرگ
کے قبیلہ اور کنبہ کی طرف عائد نہ ہوتا ہو فرق بین ہے۔

ہمارے اُستاد ابوجعفر کہتے ہیں اول تو اجابت دعوت کرنیوالوں کی کثرت اسکی فضیلت مجیب (ماننے والے)
کی طرف راجع ہوتی ہے نہ کہ مجاب (جسکی دعوت قبول کیگئی ہو) کی طرف علاوہ بریں ہم کو معلوم ہے کہ جن لوگوں نے
دعوت موسیٰ کو قبول کیا انکی تعداد نوح کے ماننے والوں سے کہیں زیادہ ہے حالانکہ نوح کا ثواب بکثرت ہے اسلیے
کہ انھوں نے مقابلہ اعداء صبر کیا اور انکی مخالفت اور سرکشی کو برداشت کیا رہا اتفاق مال پس امیر دولتمند
کی محنت کو فقیر بے مال کی محنت سے مقابلہ اور کیا نسبت ایک تو وہ شخص ہو کہ جب بھوک لگی کھا لیا تھک گیا
تو سوار ہو لیا ننگا ہوا تو پہن لیا اپنی دولت حشمت پر وثوق و اعتماد رکھتا ہے اور مال کے بھروسہ پر بے پرواہ ہے
نوائب و مصائب دُنیا کا مقابلہ اپنی ثروت سے کرتا ہے اور ایک وہ ہے جسکو ایک دن کا قوت لایموت بھی میسر
نہیں اور اگر کہیں سے ہاتھ آجائے تب بھی اپنی ذات کو ترجیح نہیں دیتا حتی کہ فقر و مسکنت اسکا شعار ہو گیا ہے
بھلا ان دونوں کا اسلام کیونکر برابر ہو سکتا ہے حالانکہ دربارہ فقر یہ قول وارد ہے الفقر شعار المومن
فقر و مسکنت مومن کا طرۂ شعار ہے اور (حدیث قدسی میں) باریتعالی نے حضرت موسیٰ سے ارشاد فرمایا ہے یا
موسی اذا رئیت الفقر مقبلا فقل مرحبا بشعار الصالحین یعنی اے موسیٰ جب تو فقر کو اپنی طرف
آتا دیکھے تو اس سے کہو خوشحال اس شے کا جو نیکوکاروں کا شعار ہے۔ اور حدیث میں ہے ان الفقراء
یدخلون الجنۃ قبل الاغنیاء بخمس مائۃ عام یعنی فقرا امیروں سے پانسو برس پہلے داخل بہشت ہونگے

اور جناب رسالتمآب کا ہمیشہ یہ قول تھا اللھم احشرنی فی زمرۃ الفقراء خداوندا مجھے گروہ فقرا میں محشور کرنا۔ یہی وجہ تھی جو خدا نے جناب محمد مصطفےٰ کو فقیر بنا کر بھیجا اور فضیلت فقر سے بھی حضرت سعادت یافتہ تھے سختی فقر کو جھیلا اور بھوک کی تکلیف اُٹھائی حتی کہ پیٹ سے پتھر باندھا کرتے تھے فضیلت فقر میں فقط اتنا ہی کافی ہے کہ جو اسپر صبر کرے اسکو دین میں فضیلت حاصل ہے اسلیے کہ کسی دُنیادار کو تو تمناء فقر کرتے ہوئے کبھی نہ پائیے گا اسلیے کہ وہ دُنیا اور اہل دُنیا کے مال کے مخالف ہے صرف اہل آخرت کا شعار ہے۔ رہا جاحظ کا علی کی اطاعت کی نسبت یہ زعم باطل کہ وہ طلب عزت میں تھی اسلیے کہ محمد مصطفےٰ انکی اور انکے قبیلہ کے لیے باعث عزت تھے برخلاف طاعت ابی بکر جسمیں یہ لم نہ تھی لیں اگر اسکو صحیح مان لیا جائے تو یہ امر جاحظ پر اس اعتراض کا باب کھول دیگا پھر تو جہاد حمزہ کی شان بھی یہی ہوگی اور جہاد عبیدہ بن الحارث اور ہجرت جعفر بجانب حبشہ بھی اسی نوع کی قرار پائینگے بلکہ اس بنا پر قریش کے تمام مہاجرین کی حمایت میں جو ان سے رسول خدا کی نصرت میں وقتاً فوقتاً ظہور میں آئی یہی غرض ثابت ہوگی یعنی چونکہ حضرت کی دولت وحکومت انھیں کی دولت و حکومت تھی اور آپ کی نصرت میں ملک میں مُلک انکے ہاتھ آتا تھا اسوجہ سے وہ کوشاں تھے اخلاص کا شائبہ تک بھی نہ تھا ایسا اعتقاد موجب کفر والحاد ہوگا اور باب زندقہ وا ہو جائیگا اور خود دین اسلام اور دعوے نبوت میں طعنہ زنی کا موقع مل جائیگا۔ کہ یہ سب ڈھونگ ملکی غرض سے تھا ورنہ حقیقت کچھ نہ تھی۔

جاحظ نے کہا ہے کہ ہم طرفداران علی کے حسب خواہش مان بھی لیں اور خواب فراش رسولؐ کو ہمراہی غار کے برابر قرار دیں تو گو اسمیں زیادہ نہ سہی مگر دیگر فضائل ابی بکر بے معارض رہیں گے انکا تقابل نہو سکے گا۔

اُستاد ابوجعفر نے جواب میں کہا ہے کہ ہم نے فضیلت مبیت علی الفراش کو صحبت غار پر قبل ازیں اس وضاحت سے ثابت کردیا ہے کہ کسی منصف کو گنجائش کلام باقی نہیں۔ اب ہم اپنے کلام سابق کی تائید میں یہاں کچھ اور باتوں کا اضافہ کرتے ہیں جسکو ہم نے وہاں نہیں بیان کیا لیں ہم کہتے ہیں کہ صحبت غار پر مبیت علی الفراش کو دو وجہ سے فضیلت حاصل ہے ایک وجہ تو یہ ہے کہ علی کو نبی سے اُنس تھا اور زمانہ قدیم سے چونکہ ساتھ رہا تھا لہذا بشارت اُلفت ہو گئی تھی اور انس عظیم حاصل ہو گیا تھا لیں جبکہ اس موقع پر فراق ہوا تو یہ اُنس مبدل بہ فراق ہوا اور ابوبکر نے انکی جگہ قیام کیا اس پرانے ساتھ کے چھوٹنے سے علی کو جو وحشت و رنج و قت کا سامنا ہوا وہ انکے لیے زیادتی ثواب کا موجب ہے کیونکہ ثواب کی زیادتی کا دارومدار بمقدار مشقت پر ہے۔

(افضل الاعمال احمزها بہترین اعمال وہ عمل ہے جو دشوار تر ہو) دوسری وجہ یہ ہے کہ ابوبکر اپنے لیے مکہ سے بھاگ جانا ہی ناپسند کرتے تھے چنانچہ اس سے پہلے وہ چل دیے تھے مگر لوگ انھیں پھیر لائے۔ اس سے وہاں کے قیام سے انھیں اور کراہت بڑھ گئی پس جب رسولخدا کے ساتھ نکلے ہیں تو خروج انکی خواہش کے موافق اور پسندیدہ خاطر تھا بنابریں انکو فضیلت کا وہ درجہ جو ایسے شخص کی فضیلت کا مقابلہ کر سکے جسنے مشقت عظیمہ کو برداشت کیا ہو اور اپنی جان کو تلواروں کی دھار اور سر کو پتھر کی بوچھار کے لیے پیش کر دیا ہو ہرگز نہیں ہو سکتا اسلیے کہ جسقدر عبادت میں سہولت ہوگی اُسیقدر ثواب ناقص ہوگا۔

جاحظ نے کہا ہے پھر اس فضیلت کو لیجیے جو ابوبکر کو بنی جمح کے محلہ میں مسجد بنانے میں جو انکے دروازہ کے پاس تھی حاصل ہوئی انھوں نے ایک مسجد تعمیر کی تھی جسمیں نماز پڑھا کرتے تھے اور لوگوں کو وہاں دعوت اسلام دیا کرتے تھے چونکہ انکی آواز نرم و رقیق اور چہرہ شگفتہ اور عتیق تھا جب قرأت قران کرتے دل بھر آتا اور رونے لگتے جو مرد عورت بچے غلام ادھر گزرتے ٹھہر جاتے اور سننے لگتے جب راہ خدا میں انھیں لوگوں نے ایذا رسانی شروع کر دی تو ناچار ہو کر رسولخدا سے ہجرت کرنے کی اجازت طلب کی حضرت نے اجازت دیدی مدینہ کے ارادہ سے چل کھڑے ہوئے راستہ میں کنانی ملا اُسنے انھیں اپنی پناہ میں لے لیا اور کہا بخدا میں تم سے بزرگ کو مکہ سے باہر جانے نہ دوں گا چنانچہ وہ واپس آگئے اور پھر مسجد میں اپنا کام شروع کر دیا یہ دیکھکر قریش انکے پناہ دینے والے کنانی کے پاس پہونچے اور اسپر ہجوم کیا اُسنے ان سے کہا کہ بھائی مسجد کو تو چھوڑ دو اور اپنے گھر میں بیٹھکر جو جی چاہے کرو

شیخ ابوجعفر کہتے ہیں کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ عثمان ابن مظعون کو بنو جمح نے کیونکر ستایا اور زدوکوب کیا حالانکہ وہ ان میں صاحب سطوت و قدر و منزلت تھے اور ابوبکر کو اتنی آزادی دی کہ مسجد بنا کر وہاں وہ افعال بجا لاتے تھے جو آپ لوگ بیان کرتے ہیں حالانکہ آپ ہی حضرات نے ابن مسعود سے یہ روایت کی ہے کہ ہمیں کھلے بندوں کبھی نماز پڑھنے کا موقع ہی نہ ملا تا آنکہ عمر بن خطاب اسلام لائے اور جس مسجد کی بنا کا آپ تذکرہ کرتے ہیں وہ حضرت عمر کے مسلمان ہونے سے پہلے قرار پاتی ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ دونوں متضاد قول کیونکر باہم جمع ہونگے حضرت ابوبکر کی آواز کی نرمی اور چہرہ کی شگفتگی جو آپنے بیان کی اسکا ثبوت بھی نہیں معلوم کیونکر ہوگا حالانکہ واقدی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ نے ایک بار ایک مرد اعرابی کو دیکھا کہ اس کے دونوں رخسار دبے اور پچکے ہوئے ہیں چہرہ کی رگیں نمایاں ہیں آنکھوں میں گڑھے پڑے ہوئے ہیں استقدر لاغر ہے کہ ازار د چادر کا بدن پر قائم رہنا دشوار ہے تو فرمانے لگیں کہ میں نے اس شخص سے زیادہ کسی کو ابوبکر سے

ہمشکل اور شبیہ نہیں دیکھا ہیں تو اس مضمون سے پتہ چلتا نہیں کہ خوشنودی کی کوئی صفت ام المومنین کے اس کلام سے پیدا ہوتی ہو۔

جاحظ نے کہا ہے کہ ابو بکر نے جب کنانی کی پناہ و جوار کو رد کردیا اور کہا میں خدا کے سوا کسی کا جوار نہیں چاہتا تو انہیں وہ اذیتیں اور مصیبت و ذلت اور حقارت و استخفاف و زد و کوب سہنی پڑیں جنکی خبر تم کو بھی ہے اور تمام سیر میں اسکا ذکر موجود ہے آخری مصیبت کا سامنا انکو اور انکے کنبہ کو غار کے معاملہ میں پیش آیا قریش انکے جویاں ہوئے اور نبی کی طرح انکی گرفتاری پر بھی سو اونٹ کا انعام مشتہر کیا چنانچہ ابو جہل کا سامنا اسماء بنت ابو بکر سے ہوگیا اس نے دریافت کیا کہ وہ کہاں ہیں اسماء نے راز کو چھپایا اسپر اس نے ایک ایسا طمانچہ مارا کہ انکے کان کا بندا نکل کر دور جا پڑا۔

اُستاد ابو جعفر نے کہا ہے بدست کی بڑا اور جاحظ کا یہ کلام اتحاد مطلب و اضطراب معنی میں ایک حکم رکھتا ہے سبب یہ ہے کہ قریش ابو طالب کی حیات تک ایذا انہی پر قادر نہ ہوسکے وہ حضرت کے حامی اور مانع ایذا تھے مگر جب انکی وفات ہوگئی اسوقت قریش حضرت کے درپے قتل ہوئے پس آنحضرت کبھی بنی عامر کے پاس پناہ لینے کے لیے تشریف لیگئے اور کبھی ثقیف میں اور کبھی بنی شیبان میں مکہ میں ظاہر ظہور قیام نہیں فرما سکتے تھے جب تک رہتے پوشیدہ رہتے۔ حتی کہ مطعم بن عدی نے اپنے جوار میں لے لیا بعد ازاں مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اسوقت جبکہ قریش نے دیکھا کہ حضرت انکے ہاتھ سے نکل گئے اب ہم انکا کچھ نہیں بنا سکتے تو شدت طیش میں سو اونٹوں کا انعام حضرت کی گرفتاری پر مقرر کیا سمجھ میں نہیں آتا کہ ابو بکر کے لیے اور دوسرے سیکڑے کے مقرر کرنے کی انھیں کیا ضرورت پیش آئی حالانکہ (تمھارے قول کے مطابق) وہ کنعانی کی پناہ و جوار کو رد کر چکے تھے اور یکہ و تنہا بے یار و مددگار انکے درمیان میں رہ گئے تھے جو چاہتے انکے ساتھ عمل میں لاتے کوئی دافع و مانع نہ تھا پس یا تو تمام دُنیا کی حماقت و جہالت قریش کے حصہ میں آگئی تھی یا فرقۂ عثمانیہ سے زیادہ جھوٹا اور بے شرم روے زمین پر کوئی گروہ نہیں نہ کسی سیر میں اس کا پتہ ہے نہ کوئی روایت ایسی پائی جاتی ہے نہ کسی بشر نے آجتک اس مضمون کو سُنا نہ جاحظ سے پہلے کسی نے اسکو لکھا۔

جاحظ نے کہا ہے پھر ابو بکر کی دعوت اسلام کو لیجیے اور انکے استدلال و احتجاج کی خوبی کو ملاحظہ کیجیے حتی کہ طلحہ اور زبیر اور سعد اور عثمان اور عبد الرحمن انکے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اسلیے کہ مسلمان ہوتے ہی انھوں نے لوگوں کو خدا اور رسول کی طرف بلانا شروع کردیا تھا۔

اُستاد ابو جعفر کہتے ہیں یہ قول بھی کسقدر تعجب خیز ہو فرقہ عثمانیہ دعوت اسلام میں ابوبکر کے لیے رفق و مدارا
اور خوبی استدلال و احتجاج کا اسلام لاتے ہی مدعی ہے حالانکہ خود انکے گھر میں ان کا بیٹا عبدالرحمن موجود رہا مگر
ان کو یہ قدرت نہ ہوئی کہ اپنی نرمی اور لطف استدلال سے اسکو بخوشی و رغبت داخل اسلام کرتے نان و نفقہ بند کرکے
ذرا دھمکا کر راہ پر لاتے نہ انکے بیٹے عبدالرحمن کے ہی دل میں باپ کی اتنی وقعت تھی کہ اُن کا حکم بجا لاتا اور
انکی دعوت میں داخل ہو جاتا جس طرح ابوطالب کے متعلق روایت ہے کہ ایک دن نبی انھیں ملے چونکہ قریش کے ناگہانی
حملہ سے ایذا پہونچنے کا اندیشہ تھا اسلئے اپنے بیٹے جعفر کو ساتھ لیے ہوئے دونوں تلاش میں نکلے بعد تجسس کے کسی ایک
گھاٹی میں دیکھا کہ نماز پڑھ رہے ہیں اور علیؑ انکی داہنی طرف کھڑے ہوئے اقتدا کر رہے ہیں ابوطالب جب ان دونوں کو
اس حال میں دیکھا تو جعفر سے کہا چلو آگے بڑھو اور اپنے ابن عم کے پہلو میں جاکر کھڑے ہو جاؤ چنانچہ جعفر حضرت کے
بائیں طرف کھڑے ہوگئے جب تین آدمی ہوگئے تو رسولؐ آگے بڑھ گئے اور وہ دونوں بھائی پیچھے ہٹ گئے بیٹوں کی
اس اطاعت کو دیکھ کر فرط محبت سے ابوطالب رونے لگے اور یہ اشعار زبان پر لائے :-

ان علیا و جعفرا ثقتی   عند ملم الخطوب والنوب   لا تخذلا وانصرا ابن عمکما
اخی لامی من بینہم وابی   واللہ لا اخذل النبی ولا   یخذلہ من بنی ذو حسب

یعنی علیؑ اور جعفر میرے معتمد ہیں جبکہ حادثات اور مصائب کا نزول ہو میرے دونوں پیارو تم ہرگز نہ چھوڑو اور
نصرت کرو اپنے چچازاد بھائی کی یہ تمہارے اس چچا کا فرزند ہے جو سب بھائیوں میں ماں باپ کی طرف سے میرا حقیقی
بھائی تھا میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنے اس نبی کو ہرگز تنہا نہ چھوڑوں گا اور میری اولاد میں جو صاحب
شرف ہوگا وہ بھی انکی نصرت ترک نہ کرے گا۔ راویوں کا بیان ہے کہ جعفر اسی دن سے مسلمان ہوگئے اسلیے کہ انکے
پدر بزرگوار نے انکو یہ حکم دیا اور انہوں نے فرمانبرداری کی اب حضرت ابوبکر کو دیکھیے انکو ممکن نہوا کہ اپنے بیٹے
عبدالرحمن کو اسلام میں داخل کریں حتی کہ تیرہ برس کامل وہ کفر کی حالت میں مکہ میں مقیم رہا اور بروز احد مشرکین
کے لشکر سے یہ پکارتا ہوا نکلا میں عبدالرحمن بن عتیق (ابوبکر) ہوں کون میرا مقابل ہے اسکے بعد پھر بھی اپنے
کفر پر باقی رہا حتی کہ عام الفتح میں مسلمان ہوا یہ وہ دن تھا جبمیں قریش کو خوشی ناخوشی داخل اسلام ہونا پڑا
مسلمان ہونے کے سوا کسی کو اور کچھ چارہ کار نہ تھا پھر ابوبکر کا رفق و مدارا اور حسن استدلال انکے باپ ابوقحافہ
کی نسبت کہاں گیا حالانکہ دونوں ایک ہی گھر میں رہتے تھے پھر انہوں نے انکے ساتھ نرمی اور اخلاق کیوں نہ برتا
اور اپنے رفق و استدلال سے اسلام کی طرف نہ بلایا جو مسلمان ہو جاتے حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ وہ روز فتح مکہ تک

کفر پر باقی رہا انکو انکے فرزند ارجمند نے خدمت نبی میں حاضر کیا وہ اسوقت ایک پیر ضعیف سن رسیدہ کمر خمیدہ آدمی تھے سفید سر شتر مرغ کے سر سے مشابہ تھا رسول خدا کو انکی اس شان سے نفرت ہوئی فرمایا اس سفیدی کو بدل دو چنانچہ خضاب سے مزین کر کے پھر حاضر کیا گیا اور انھوں نے اسلام اختیار کیا جناب ابو قحافہ ایک فقیر اور محتاج درویش آدمی تھے تنگدستی نے حالت بگاڑ رکھی تھی اور ابو بکر فرقۂ عثمانیہ کے نزدیک ایک دولتمند مالدار فیاض شخص تھے نہیں معلوم کہ پھر کیا وجہ ہوئی کہ انکو ممکن نہوا کہ حاجتمند باپ کو نان نفقہ دیکر بذریعہ احسان ہی اسلام کی طرف مائل کر لیں اور حضرت ابو بکر کی بی بی انکے بیٹے عبد اللہ کی ماں جسکا نام نملہ تھا اور عبد العزیٰ بن سعد بن عبد ود عامری کی بیٹی تھیں اثر حضرت ابو بکر کی صحبت کا کچھ اثر نہوا اسلام سے بے بہرہ رہیں شرک میں اس درجہ پکی تھیں کہ مکہ مشرفہ میں مشرکہ بنکر رہنا پسند کیا ابو بکر ہجرت کر گئے اور انھیں کافرہی چھوڑ گئے وہ انکے ساتھ نہ گئیں جب آیت ولا تمسکو بعصم الکوافر نازل ہوئی اسوقت حضرت ابو بکر نے انھیں طلاق دیا پس جو شخص کہ اپنے بیٹے اور باپ اور بی بی سے عاجز ہو وہ غیروں پر اثر ڈالنے میں ظاہر ہے کہ بدرجۂ اولیٰ عاجز ہوگا پس وہ شخص جسکی بات کو اسکا بیٹا اور باپ اور بی بی نہ سنے نہ رفق و مدارا کام آئے نہ قوت استدلال و احتجاج نہ نان نفقہ بند کرنے کا خوف کچھ موثر ہو نہ ایذا دہی کی دہشت پھر غیروں پر اسکا کیا اثر ہوگا وہ تو اسکے زیادہ مخالف ہو گئے۔

جاحظ نے کہا ہے اسماء بنت ابو بکر کہتی ہیں کہ مجھے اپنے باپ کی کچھ اطلاع نہ ملی مگر یکایک یہ سنا کہ انھوں نے دین اسلام قبول کر لیا ہے اور وہ جس دن مسلمان ہوے ہمارے پاس پلٹ کر آئے اور دعوت دینی شروع کر دی پس جب ہم اور انکے اکثر ہم صحبت مسلمان نہو گئے انھوں نے ہمارا پنڈ نہ چھوڑا یہی وجہ ہے کہ لوگوں کا قول ہے کہ دعوت ابو بکر سے جو لوگ مسلمان ہوے وہ اُن لوگوں کی بہ نسبت زیادہ اور کثیر ہیں جو تلوار کے ذریعہ سے اسلام لائے یہاں کثرت تعداد مراد نہیں بلکہ قدر و منزلت کی کثرت مقصود ہے اسلیے کہ انکے ہاتھ پر وہ پانچ شخص اسلام لائے جنکو خلیفہ ثانی نے شوریٰ میں داخل کیا ہر ایک خلافت کی صلاحیت رکھتا تھا یہ وہ لوگ تھے جو علی کے کفو قرار پائے اور عہدہ ریاست و امامت میں ان سے منازعت کی بنا بریں یہ لوگ مسلمانوں کے اکثر قرار پاینگے

ہمارے اُستاد ابو جعفر نے کہا ہے کہ ذرا مہربانی فرما کر ہمیں بھی بتایا جائے اس دن ابو بکر کے گھر والوں میں سے کون کون مسلمان ہوا جبکہ انکی بی بی مسلمان نہوئیں نہ بیٹا عبد الرحمن اسلام لایا نہ ابو قحافہ انکے باپ نے اسلام قبول کیا نہ انکی بہن ام فروہ پھر انکے اہلبیت میں وہ کون شخص تھا جو فوراً مسلمان ہو گیا رہیں حضرت عائشہ وہ اُسوقت تک پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں اسلیے کہ وہ بعثت کے پانچ برس بعد پیدا ہوئی ہیں اور محمد بن ابو بکر

مبعث کے تئیسویں برس پیدا ہوئے تھے اسلئے کہ سال حجۃ الوداع ان کا سن ولادت ہی۔ رہیں اسماء بنت ابو بکر جن سے حافظ نے اس خبر کو روایت کیا ہی وہ رسول اللہ کی بعثت کے دن صرف چار برس کی تھیں اور ایک روایت میں تو صرف دو برس کا سن لکھا ہی پھر انکے گھر والوں میں کون باقی رہ گیا جو انکے مسلمان ہوتے ہی اسی دن اسلام لے آیا۔ ہم اس جہالت اور جھوٹ اور ہٹ دھرمی سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ سعد و زبیر و عبد الرحمن ابو بکر کی دعوت سے کیونکر مسلمان ہو گئے حالانکہ یہ لوگ نہ انکے قبیلہ سے تھے نہ انکے ہمجولی اور رفیق تھے نہ اس سے پہلے ان میں باہم کسی پرانی دوستی کا کوئی سلسلہ تھا نہ باہم اُنس تھا نہ اتحاد پھر یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ عتبہ اور شیبہ کو ابو بکر نے کیونکر چھوڑ دیا اور اپنے رفق و مدارا اور خوبی نصیحت و دعوت سے مسلمان نہ بنایا حالانکہ تمھارے زعم کے مطابق یہ دونوں سردار ابو بکر کی لیاقت علمی اور خوش گفتاری کی وجہ سے انکی صحبت اور رفاقت کے شرف سے برابر متمتع رہتے تھے۔ یہ نہ معلوم ہوا کہ جبیر بن مطعم کے مسلم کرنے میں انھیں کیا مانع ہوا حالانکہ آپ ہی حضرات کا بیان ہے کہ وہ اسکے مودب اتالیق تھے اور جبیر نے انساب قریش اور انکے کارناموں کا علم ابو بکر ہی سے حاصل کیا تھا مقام تعجب ہی کہ ان لوگوں کی اصلاح و تربیت سے تو عاجز رہے جنکو انسے ایسا تعلق و ارتباط حاصل تھا جو ہم نے گنایا اور جن سے کوئی انس و معرفت بجز روشناسی کے نہ تھی انکی دعوت پر مستعد ہو گئے۔ سب سے بالاتر یہ امر ہی کہ حضرت عمر بن خطاب جو سب سے زیادہ شکل و شمائل اکثر عادات و اخلاق میں انکے ہمجنس تھے انکا قول نہ سُنا نہ دعوت کو قبول کیا اگر آپ لوگ ذرا انصاف کو کام میں لائیں تو معلوم کر لینگے کہ یہ سب لوگ جنکا بیان ہوا انکو بجز دعوت رسول کے کسی دوسرے کی دعوت باعث اسلام نہیں ہوئی حضرت ہی کے دست مبارک پر یہ لوگ اسلام لائے اور نا شئیہ اطاعت دوش پر ڈالا اور اگر دعوت کی متانت و نرمی میں ذرا بھی غور کروگے تو ابو طالب کے لیے اس معاملہ میں باوجود شرک اسقدر خوبیاں ثابت ہونگی کہ ابو بکر کی نسبت جو کچھ تم نے بیان کیا ہی وہ دُگنی تگنی قرار پائینگی اسلیے کہ تمھاری ہی روایت ہی کہ انھوں نے علیؑ سے کہا یا بنی الزمہ فانہ لن یدعوک الا الی خیر اے بیٹا محمدؐ کے ساتھ رہو اسلیے کہ وہ بجز نیکی کے تجھے اور کچھ دعوت نہ دینگے۔ اور جعفر سے کہا اپنے ابن عم کے پہلو میں نماز پڑھ۔ چنانچہ ان کے کہنے سے وہ دُوسرے دن مسلمان ہو گئے۔ ابو طالب ہی کا اثر تھا کہ جو عبد مناف نے مکہ میں بنی مخزوم و بنی سہم و بنی جمح سے نصرت رسولؐ کا عہد لے لیا۔ انکے ہی سبب سے بنو ہاشم نے گھاٹی میں محصور ہونے پر صبر کیا اور انکی اور انکے بچوں کی دعوت کے باعث انکی بی بی فاطمہ بنت اسد محمدؐ پر ایمان لائیں پس ابو طالب رسول اللہ کے لیے ابو بکر وغیرہ سے حسن رفاقت و دین و برکت

میں کہیں بالاتر قرار پائینگے۔ رہا ابوطالب کا خود مسلمان نہونا اگر یہ امر پایہ ثبوت و یقین کو پہونچ جائے کہ وہ مسلم نتھے تو اسکی وجہ صرف تقیہ تھا۔ ابوبکر کے صرف ایک بیٹا عبدالرحمن تھا وہ اسے بھی داخل اسلام نہ کرسکے مسلمان کرنا تو درکنار اتنا بھی ممکن نہوا کہ اسے اسیقدر رام کرلیتے کہ عام اہل مکہ کے طرح وہ حضرت کی ایذارسانی میں کمی کرتا یہانتک کہ اسکی مذمت میں یہ آیت نازل ہوئی۔ والذی قال لوالدیہ اف لکما اتعدانني ان اخرج وقد خلت القرون من قبلی وھما یستغیثان اللہ ویلک آمن ان وعد اللہ حق فیقول ما ھذا الا اساطیر الاولین اور وہ شخص جس نے اپنے والدین سے کہا تمھارے لیے افسوس ہے کیا تم مجھے اسپر آمادہ کرتے ہو کہ میں اپنے دین سے خارج ہوجاؤں حالانکہ اسی حالت پر مجھ سے پہلے بہت سے قرن گزر گئے ہیں اور وہ دونوں خدا کے واسطے فریاد کرکے کہتے تھے وائے ہو تجھپر ارے ایمان لے آ خدا کا وعدہ بالکل سچ ہے پس وہ جواب دیتا تھا کہ یہ باتیں تقویم پارینہ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتیں۔

آدمی کا رفق و مدارا اور سلامت روی اور حُسن تعلیم و تربیت اسوقت پہچانی جاتی ہے کہ پہلے وہ اپنے گھرانے اور اپنے اہلبیت کی حالت کو درست کرے پھر درجہ بدرجہ اعزاء و اقربا کو دعوت دے چنانچہ رسول اللہ جب مبعوث ہوئے ہیں تو سب میں پہلے اپنی زوجہ حضرت خدیجہ کو دعوت دی پھر اپنے ابن عم علی کو جنکا تکفل حضرت کے ذمہ تھا پھر اپنے غلام زید اور بلال وغیرہ کو پھر اپنی خادمہ ام ایمن کو پس آیا تم نے دیکھا ہے کہ جو جو رسول خدا سے تعلق رکھتے تھے ان میں سے کسی نے کچھ درنگ کیا اور قبول دعوت میں سرعت سے کام نہیں لیا حسن تعلیم و تانی اور رفق دعوت کے یہ معنی ہیں حالانکہ رسول بذات خود قلیل المال اور تہیدست تھے خود ان کا بار جسوقت کہ مبعوث برسالت ہوئے ہیں آپکی زوجہ خدیجہ کے ذمہ تھا اور وہ انکے عیال میں شمار ہوتے تھے۔ اور ابوبکر آپ لوگوں کے نزدیک امیر و فراخ دست تھے اور انکے پدر بزرگوار فقیر و تنگدست۔ یہی حال انکی بیٹی اور بی بی ام عبداللہ کا یہ سب لوگ آپکے دست نگر تھے تقاضائے عقل اور فطرت انسانی کا مقتضی یہ ہے کہ محتاج دولتمند کی پیروی کرنے کا زیادہ مستحق ہے بہ نسبت اسکے کہ اسکے برعکس صورت ظہور میں آئے۔ حُسن تانی وہ خوبی رفق و مدارا وہ ہے جو مصعب بن عمیر سے سعد معاذ کے ساتھ وقت دعوت ظہور میں آئی اور سعد بن معاذ نے بنی عبدالاشہل کے ساتھ عمل درآمد کیا جبکہ انکو دعوت اسلام دی ہے۔ یا وہ معاملہ جو بریدہ بن الحصیب نے قبیلہ اسلم کے ساتھ وقت دعوت برتا چنانچہ مورخین کا قول ہے کہ بریدہ کی دعوت سے اسّی خانوادے اسکی قوم کے اسلام لائے اور سعد کی دعوت سے ایک روز میں تمام بنی اشہل مسلمان ہوگئے۔ ان لوگوں کے ہوتے ہوئے اس شخص کو جسکی دعوت نے نہ اسکے بیٹے پر اثر کیا ہو نہ بی بی پر نہ باپ کو ہدایت پہونچائی ہو

نہ ہوں کو رفق و مدارا آہستہ روی و نانی و نرم رفتاری و خوش گفتاری کے ساتھ مسلم کر سکا ہو متصف کرنا طریقۂ انصاف سے کوسوں دور ہوگا

جاحظ نے کہا ہے اسکے بعد ابوبکر نے ان لوگوں کی گلو خلاصی کی جو گرفتار تھے اور جو راہ خدا میں ستائے جا رہے تھے یہ چھ غلام تھے منجملہ انکے بلال اور عامر بن فہیرہ دو مرد اور زبیرہ ہندیہ اور اسکی بیٹی نیز دو عورتیں ایک دن ابوبکر کا گزر ایک کنیز کی طرف سے ہوا جسکو جناب عمر بن خطاب عذاب کر رہے تھے انھوں نے اسے اُن سے خریدلیا اور آزاد کر دیا ابو عیسی غلام کو بھی انھوں نے ہی آزاد کیا چنانچہ انکے حق میں یہ آیت اُتری فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی فسنیسرہ للیسری تا آخر سورہ۔

اُستاد ابوجعفر کہتے ہیں کہ بلال اور عامر بن فہیرہ کو تو رسول خدا نے آزاد فرمایا تھا چنانچہ اسکو واقدی اور ابو اسحق وغیرہ نے روایت کیا ہے رہے باقی چار غلام پس اگر ہم تمھارے دعوے میں کچھ گرفت نہ کریں اور اسی کو تسلیم کرلیں کہ انکی آزادی کا سہرا ابوبکر کے سر ہے تو چونکہ ان لوگوں کے اقارب انکو دشمن رکھتے تھے تو اس شدت عداوت و نفرت کی حالت میں انکی قیمت کم و بیش سو درہم قرار پائے گی پس ایسی قلیل مقدار کیا کسی فخر کا باعث ہوگی رہی آیت اسکی نسبت ابن عباس کا قول ہے کہ اس سے مراد مال زکوٰۃ ہے اور دیگر مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ مصعب بن عمیر کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

جاحظ نے کہا ہے کہ پھر آپ کو یہ معلوم ہے کہ ابوبکر نے اپنے مال میں کیا عمل کیا انکے دولت کی تعداد چالیس ہزار درہم تھی سب کو اسلام کی سخت ضرورتوں اور اسکے حقوق میں صرف کر دیا یہ بھی نہ تھا کہ عیال دار اور صاحب نسل نہ ہوں جسکی وجہ سے انکی کمر پر کوئی بوجھ نہ ہو کنبہ نہیں تو مال کی کیا ضرورت ہے چلو دونوں سے ہلکے ہوئے بلکہ بیٹے بیٹیاں بی بی لونڈی خدمتگار سب خدم و حشم موجود تھا اور ماں باپ بھائی بہن سب کا نان نفقہ انھیں کے ذمہ تھا۔ یہ بھی نہ تھا کہ پہلے سے نبی کی جلالت اور شہرت کے شناسا ہوں جسکی وجہ سے انکے ساتھ سلوک نہ کرنے میں کسی بدنامی کا خوف ہو اور ننگ و عار کا باعث ہو پس انکا یہ انفاق و ایثار ایسی خالص وجہ پر قرار پائیگا جسکا مثل انتہا فضیلت میں ہمارے تلاش سے باہر ہے خود جناب نبوت مآب کا قول ہے ما نفعنی مال کما نفعنی مال ابی بکر مجھے کسی مال نے اتنا نفع نہیں پہونچایا جتنا ابوبکر کے مال نے۔

اُستاد ابوجعفر نے کہا ہے کہ ذرا ہمیں بھی بتا دیجیے کہ وہ کون کون اسلام پر سختیاں گزری ہیں اور کیا کیا وجوہ ہیں جنمیں حضرت ابوبکر نے اپنے اس مال کو صرف کیا اور ٹھکانے لگایا یہ بات مخفی رہنے کی تو ہے نہیں نہ وہ ایام اسقدر تھا اسکو کمنہ کر سکتا ہے کہ کسی کو یاد ہی نہ رہے اور سہو و نسیان اسپر پردہ ڈال دے حالانکہ خود آپ حضرات کو بھی اس سے زیادہ وقفیت حاصل نہیں کہ انھوں نے آپکے زعم کے مطابق چھ غلام آزاد کیے جنکی قیمت اس زمانہ میں

تک درہم تک بھی نہیں پہونچی پھر کسی بڑے خرچ کا انکی نسبت نہیں معلوم کس طرح دعویٰ کیا جاسکتا ہے حالانکہ ہجرت
یثرب جیسی مصیبت کے وقت میں ابوبکر نے رسول کے ہاتھ دو اونٹ فروخت کیے اور اس تنگ حال میں فوراً قیمت
وصول کرلی (اتنا بھی نہوا کہ قرض دیدیتے) اس واقعہ کو کل محدثین نے روایت کیا ہے آپ لوگ یہ بھی روایت کرتے
ہیں کہ قیام مدینہ کے زمانہ میں حضرت ابوبکر غنی اور مالدار تھے حضرت عائشہ سے آپنے روایت کی ہے کہ وہ فرماتی
ہیں کہ ابوبکر جب ہجرت کرکے آئے ہیں تو انکے خزانہ میں دس ہزار درہم موجود تھے یہ بھی آپ ہی حضرات کا قول
ہے کہ خدا نے انکے متعلق اس آیت کو نازل فرمایا ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعة ان یعطوا اولی القربی
تمھارے صاحبان فضل و وسعت اسکی قسم نہ کھائیں کہ قرابتداروں کو کچھ نہ دینگے آپ حضرات نے کہا ہے کہ یہ آیت
ابوبکر اور مسطح اثاثہ کی شان میں ہے پھر فرمایئے وہ فقر کہاں گیا جسکے بارے میں ان کا گمان ہے کہ انھوں نے اتنا خرچ کیا
اور اسقدر محتاج ہوگئے کہ کمل کے لباس پر گزارا کرنا پڑا یہ بھی آپ ہی لوگوں کی روایت ہے کہ آسمان پر خدا
کے کچھ ملائکہ ہیں جو کمل پوش ہیں شب معراج رسول خدا کی نظر ان پر پڑی تو جبرئیل امین سے انکی نسبت سوال
کیا عرض کی یہ وہ ملائکہ ہیں جو آپ کے دوست ارضی ابوبکر پسر ابو قحافہ کی تاسی اور پیروی کرتے ہیں وہ
عنقریب آپ کی ذات پر اپنا اسقدر مال صرف کرینگے کہ انکے گلے میں صرف کمل کا ایک کرتہ باقی رہ جائیگا
اور پھر اسکے بھی آپ ہی لوگ راوی ہیں کہ خدا نے جب آیہ نجوی نازل کی اور فرمایا یا ایھا الذین امنوا اذا
ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقة ذلك خیر لکم اے صاحبان ایمان جب تم رسول
سے سرگوشی کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ دیدیا کرو یہ تمھارے لیے بہتر ہے تا آخر آیت۔ اس آیت پر
صرف علیؑ نے اپنی ذات سے عمل کیا باوجودیکہ آپ مقر ہیں کہ علی بہت تہیدست قلیل المال اور فقیر و محتاج تھے
اور ابوبکر باوجود اس وسعت کے جسکا بیان ہوا مناجات رسول سے باز رہے آخر خدا نے مسلمانوں پر عتاب
فرمایا اور کہا ءاشفقتم ان تقدموا بین یدی نجوٰکم صدقات فاذ لم تفعلوا و تاب اللہ علیکم کیا
تم اپنی سرگوشی سے پہلے صدقے دینے سے ڈر گئے پس جبکہ تم نے ایسا نہیں کیا تو خدا تمھیں معاف کرتا ہے پس
اس فعل کو خدا نے ایسا گناہ قرار دیا جسپر معافی کی ضرورت ہوئی یہ گناہ ان کا مناجات رسول سے پہلے صدقہ نہ دینا
تھا پھر جبکہ یہ حال تھا تو سمجھ میں نہیں آیا کہ چالیس ہزار درہم کی سخاوت پر ابوبکر کا دل کیونکر راضی ہوا اور رسول
سے مناجات کرنے کی (صدقہ دیکر) ہمت نہ پڑی جسمیں ایک دو درہم سے زیادہ کی حاجت نہ تھی۔ رہا انکے عیال
کی کثرت کا ذکر اور ان کا نان و نفقہ دینا اسمیں کوئی فضیلت کی بات نہیں نکلتی اسلیے کہ عیال کا نفقہ ان پر واجب تھا

باوجودیکہ اہلِ سیر نے بیان کیا ہی کہ وہ اپنے پدر بزرگوار کو کچھ بھی نہ دیتے تھے چنانچہ وہ ابن جدعان کے دسترخوان پر مگس رانی کیا کرتے تھے اور اسی کی اُجرت سے پیٹ پالتے تھے۔

جاحظ نے کہا ہے آپ کو معلوم ہے کہ اصحاب نبی کو مشرکین کے ہاتھ سے مکہ میں کیا کیا مصیبتیں پیش آئی تھیں اور ان میں سے اکثر کیا کیا افعال شاقہ بجالاتے تھے مثلاً جناب امیر حمزہ کا ابا جہل سے جو معاملہ پیش آیا کہ انھوں نے اپنی کمان سے اسکی زدوکوب کی حتی کہ اسکا سر شگافتہ کردیا حالانکہ ابوجہل اسوقت کوئی معمولی آدمی نہ تھا بلکہ سردار بطحا اور رئیس کفار اور تمام اہل مکہ میں سب سے زیادہ بلند مرتبہ سمجھا جاتا تھا اس سے بھی آپ واقف ہیں کہ مشرکین نے جب یہ جھوٹی خبر اُڑا لی ہی کہ محمدؐ مار ڈالے گئے تو زبیر تلوار کھینچ کر انکے مقابلہ پر آگئے اور عمر بن خطاب نے مسلمان ہونے کے ساتھ یہ کہا کہ آج کے دن کے بعد خدائے یکتا کی عبادت چھپکر نہیں ہونی چاہیے اور سعد نے ایک مشرک کے اونٹ کے سر کی ہڈی اُٹھاکر ماری چنانچہ اسکے ایسی چوٹ آئی کہ خون جاری ہو گیا۔ یہ سب فضائل وہ ہیں جن میں علی کو کم و بیش کوئی دخل نہیں نہ ان میں انکا اونٹ شریک ہے نہ اونٹنی حالانکہ خدا فرماتا ہے کالیستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا۔ وہ لوگ جنھوں نے قبل فتح مکہ اپنا مال راہ خدا میں صرف کیا اور مشرکین سے مقابلہ کیا ان کا رتبہ دوسروں کے برابر نہیں ہوسکتا بلکہ ان لوگوں کا درجہ ان لوگوں سے جنکا انفاق وقتال بعد فتح مکہ ہے کہیں اعظم ہے۔ جبکہ خدا نے خود قبل فتح مکہ انفاق کرنے والوں کو (باینوجہ کہ بعد فتح ہجرت نہیں) ان لوگوں پر جن سے بعد فتح انفاق ظہور میں آیا فضیلت دی ہے تو ان حضرات کی نسبت ان کا کیا گمان ہے جو قبل از ہجرت اور شروع بعثت نبی سے اوپر ہجرت تک اور بعد ہجرت بھی انفاق کرتے رہے ہوں۔

استاد ابوجعفر نے کہا ہی کہ ہم صحابہ کے فضائل وسوابق کا انکار نہیں کرتے ہمارا حال امامیہ کا سا نہیں جو بسبب ہوا و ہوس یقینی امور کا انکار کر بیٹھتے ہیں لیکن ہم تو اسکے منکر ہیں کہ علی پر کسی صحابی کو تفضل حاصل ہے کہ صحابہ میں سے کوئی بھی ہو مگر علی سے افضل نہیں ہوسکتا۔ اسکے سوا ہمیں کسی بات کا انکار نہیں۔ جاحظ نے جو فرقہ عثمانیہ کی بیجا طرفداری میں اس بندہ خدا (علی) کے فضائل ومناقب کے رد وابطال کا قصد کیا ہے ہم اسکو قبول نہیں کر سکتے۔ جناب حمزہ ہمارے نزدیک بھی فضل عظیم ومقام فخیم پر فائز تھے زمانہ رسول میں جن جن بزرگوں کو درجہ شہادت حاصل ہوا ان سب میں آپ سید الشہدا ہیں۔ عمر کی فضیلت بھی قابل انکار نہیں زبیر اور سعد کے بارہ میں بھی ہمارا یہی خیال ہے مگر جو فضائل ان حضرات کے جاحظ نے بیان کیے ہیں ان کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ

علی ان سے یا کسی اور سے مفضول و پست رتبہ قرار پائیں مگر اسکا یہ قول کہ علی کو ان باتوں میں کوئی دخل نہ تھا نہ انکا
ناقہ اسمیں شریک تھا نہ جمل ایسا کہنا ایک تعصب خنک اور ظلم صریح ہی حالانکہ ہم علی کے قبل از ہجرت آثار اور کارنامے
اور جو جو مناقب و خصوصیات انکو حاصل ہوے بیان کر چکے ہیں کہ مقابلہ میں ان حضرات کے کل فضائل مذکورہ بھی
تکا نہیں کھاتے وہ انسے اشرف و اعلم ہیں اسپر طرہ یہ ہی کہ ارباب سیر کا قول ہی کہ سعد نے جو زخم لگایا اور ضرب پہونچائی
اور زبیر نے تلوار اٹھائی تھی اس کا سبب ہوئی جو رسول خدا و بنی ہاشم کو پہاڑ کی گھاٹی میں محصور رہنا پڑا اور اسی نے جعفر طیار اور انکے
ساتھیوں کو حبشہ کی طرف نکالا ایسے وقت تلوار کھینچنا جبکہ مسلمانوں کو ابھی اسکا حکم نہ ملا ہو ناجائز اور حرام ہے
چنانچہ خدا فرماتا ہی الم تر الی الذین قیل لھم کفوا ایدیکم و اقیموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ فلما کتب علیھم
القتال اذا فریق منھم یخشون الناس کخشیۃ اللہ - کیا تو ان لوگوں کو نہیں دیکھتا جن کو حکم دیا گیا کہ
تم اپنے ہاتھ روکے رہو اور صرف نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے تعلق رکھو (مگر وہ نہ مانے) اور جب جہاد و قتال انپر
واجب کر دیا گیا تو یکایک ایک فریق ان میں سے لوگوں سے اسقدر خائف ہوا جسطرح کوئی خدا سے ڈرتا ہے۔
پس ثابت و معلوم ہوا کہ تکلیف کیلیے اوقات مقرر ہیں۔ کار ہر وقت و وقت ہر کارے ایک وقت تو ان میں سے ایسا
ہے جسمیں تلوار کھینچنا صلاح نہیں اور ایک ایسا ہی جو اسکی صلاحیت رکھتا ہے لہذا اسمیں تلوار اٹھانا واجب ہے۔
رہا خدا کا قول لا یستوی منکم من انفق۔ پس ہم ابوبکر کے دعوے انفاق کے بابت جو کچھ ہمیں معلوم تھا بیان کر چکے
علاوہ بریں اس آیت میں خدا نے فقط انفاق کا ہی ذکر نہیں کیا بلکہ اسمیں قتال و جہاد کی بھی قید لگادی ہے اور یہ
بات سب جانتے ہیں کہ ابوبکر جنگ و جہاد کے آدمی نہ تھے لہذا آیت ان میں شامل نہو گی اور علی مجاہد و مقاتل بھی تھے
اور قبل از فتح انفاق بھی ان سے عمل میں آیا تھا انکا قتال و جہاد تو بداہتہً معلوم ہے۔ رہا انفاق وہ اپنے حسب
حیثیت تھا انھیں کی ذات ہی جس نے باوجود خواہش خود مسکین و یتیم و اسیر کو کھانا کھلایا اور انکی اور انکی زوجہ بتول
کی شان میں قرآن کی ایک پوری سورۃ نازل ہوئی۔ وہی وہ شخص ہیں جنکی جیب میں چار درہم تھے جنمیں سے
انھوں نے ایک درہم تو پوشیدہ اور ایک علانیہ اور ایک دن میں اور ایک رات میں راہ خدا میں نکالا جسپر
خدا نے انکی شان میں اپنا یہ قول نازل فرمایا الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرا و علانیۃ
صرف وہی وہ شخص ہیں جنھوں نے نجوی رسول سے سرگوشی اس سے پہلے صدقہ دیا اور نہ مگر مسلمانوں میں سے ایک کو بھی
توفیق نہ ہوئی وہی ہیں جنھوں نے اپنی انگوٹھی نماز رکوع میں تصدق کر دی اور خدا نے انکی شان میں انما ولیکم اللہ
و رسولہ والذین یقیمون الصلوٰۃ و یؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون فقط تمہارے ولی و حاکم خدا و رسول اور

وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ نازل فرمایا

جاحظ نے کہا ہی کہ بڑی دلیل قائلین تفضیل علیؑ کی یہ ہی کہ انھوں نے اپنے مقابلوں کو جہاد میں قتل کیا اور معرکۂ جنگ میں اپنے آپ کو ڈالدیا جان کی کچھ پروا نہ کی حالانکہ اسمیں انکے لیے کچھ زیادہ فضیلت نہیں ہے اسلیے کہ قتل کی کثرت اور ہم نبردوں کے مقابلہ میں تلوار لے کر بڑھنا اگر محنت شدید اور سب فضائل سے عظیم تر قرار پائے اور ریاست اور اقدم و اولیٰ ہونے کی دلیل ہو تو واجب ہوگا کہ زبیر اور ابو دجانہ اور محمد بن مسلمہ اور ابن عفراء اور براء بن مالک کو وہ فضیلت حاصل ہو جو رسولخدا میں نہ پائی جائے اسلیے کہ آنحضرت نے اپنے ہاتھ سے ایک شخص کو بھی قتل نہیں کیا اور بروز بدر نہ تو میدانِ جنگ میں حاضر ہوئے نہ صفوف مجاہدین میں شامل ہوے بلکہ عریش میں سب سے علیحدہ گوشہ نشین رہے اور ابوبکر حضرت کے ساتھ تھے آپ دیکھینگے کہ مرد شجاع کبھی اپنے ہمسروں کو قتل کرتا ہی اور دلیروں سے بجدال و قتال پیش آتا ہی پھر لشکر میں ایک ایسا شخص ہوتا ہی جو نہ تو قتال کرتا ہے نہ مبارزت مگر وہ جنگی آدمی اُس سے رتبہ میں بالاتر ہوتا ہے وہ یا تو رئیس ہوگا یا صاحب رائے صائب یا مشیر طریق کارزار وجہ یہ ہے کہ روساء کو جو بوجہ اور اہتمام اور مشغولی خاطر اور التفات اور فکر ہوتی ہے وہ دوسروں کو نہیں ہوتی بات یہ ہی کہ باز پرس رئیس ہی کی ذات سے مخصوص ہی اور تمام امور کا دارومدار اسی کی ذات پر ہے سپاہی اسی کی ذات پر کاربند ہو کر فتحیاب ہوتا ہے دشمن کی شکست اسی کے نام پر مشہور ہوتی ہی اسکے شرف کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ اگر وہ بھاگ جائے اور تمام لشکر قائم رہے تو انکی یہ ثابت قدمی کچھ مفید نہ ہوگی اور منھ موڑنے اور شکست کا الزام اسی پر ہوگا اور اگر قوم کی قوم ضائع ہو جائے اور وہ محفوظ رہے تو فتح کا سہرا اسی کے سر رہے گا اور دولت و حکومت اسی کا حصہ قرار پائیگی اسیوجہ سے فتح اور شکست فقط اسی کی طرف منسوب کی جاتی ہے دوسروں سے کوئی بحث نہیں ہوتی بنا بریں بروز بدر ابوبکر کا عریش میں رسولخدا کے ساتھ قیام علیؑ کے اس روز کے جہاد اور بہادرانِ قریش کے قتل سے کہیں افضل ہوگا۔

اُستاد ابو جعفر کہتے ہیں بیشک ابو عثمان (جاحظ) کو زبان و راز ہی کا بہت حصہ ملا ہی مگر وہ معقول بات کہنے سے محروم ہیں اگر انکا یہ قول از روے جد و حقیقت و اعتقاد و دیانت اور ہزل و لعب کی راہ اختیار نہ کی ہو یا منھ زوری اور فصاحت نطق اظہار قوت بیان و تسلط کلام اور طلاقت زبان وحدت ذہن و قوت مقابلہ حریف کا انکشاف مقصود نہ ہو کیا ابو عثمان کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ شجاع ترین اولاد آدم تھے حضرت نے معرکہاے جنگ میں اپنی ذات کو ڈالدیا اور اُن اُن مقامات پر ثبات قدم کے جوہر دکھلائے جہاں عقلیں پرواز کرتی تھیں اور

دل منہ کو آتے تھے۔ ان میں سے ایک معرکہ روز احد کا ہے جسمیں سب مسلمانوں نے راہ فرار اختیار کی صرف چار
آدمی ساتھ رہ گئے تھے علی و زبیر و طلحہ اور ابو دجانہ انصاری مگر حضرت کے قدم کو جنبش نہ ہوئی بنفس نفیس
مشغول قتال ہوئے تیر اندازی اسقدر فرمائی کہ تمام ترکش خالی اور گوشۂ کمان شکستہ اور وتر منقطع ہو گیا تب
عکاشہ بن محصن کو وتر چڑھانے کا حکم دیا انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ وتر پورا نہیں ہے فرمایا جہانتک پہونچے
وہیں تک چڑھا دو عکاشہ کہتے ہیں کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے حضرت کو مبعوث بحق فرمایا کہ میں نے جب
چلہ کمان چڑھایا دیکھا تو پورا تھا بلکہ ایک بالشت بچ رہا جو مجھے گوشۂ کمان پر لپیٹنا پڑا پھر حضرت نے کمان
لے لی اور برابر تیر اندازی فرماتے رہے حتی کہ میں نے دیکھا کمان قریب شکست پہونچ گئی ہے اور اُبی بن خلف
سے خود مقابلہ کے واسطے برامد ہوئے اصحاب نے عرض کیا ہم میں سے کسی کو حکم دیجیے مگر حضرت نے نہ مانا اور حارث
ابن صمہ سے حربہ لے کر اور شیر غراں کی طرح اسکے اصحاب پر جھپٹے اُن لوگوں کا قول ہے کہ ہم حضرت کی ہیبت
سے شعارین کی طرح اُڑ گئے حضرت نے اسکے حربہ لگایا تو وہ اس طرح چلاتا تھا جیسے بیل ڈکراتا ہے۔ اگر
حضرت کے ثبات قدم پر جسوقت کہ ساتھیوں نے راہ فرار اختیار کی ہے اور بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے ہیں اور
کوئی دلیل نہ ملتی صرف خدا کا یہی قول ہوتا یعنی اذ تصعدون ولا تلون علی احد والرسول یدعوکم
فی اخرٰنکم اے اصحاب محمد اسوقت کو یاد کرو جسوقت تم پہاڑ پر بھاگ کر چڑھ رہے تھے اور کسی کو پیچھے پھر کر بھی
نہ دیکھتے تھے اور رسول تمھارے پیچھے تمھیں پکار رہا تھا پس حضرت کا انکے عقب اور آخری حصہ میں ہونا
درحالیکہ وہ پہاڑ پر چڑھے جا رہے ہوں اور بھاگنے میں پیچھے پھر کر نہ دیکھتے ہوں اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت
ثابت قدم رہے اور عار فرار سے محفوظ۔ بروز معرکہ حنین بھی حضرت نے یہی ثبات قدم دکھلایا آپ کے ساتھ
جو لوگ ثابت قدم رہے اُنکی تعداد صرف نو کس تھی یہ لوگ حضرت کے کنبہ کے اور عزیز قریب تھے باقی کل
مسلمان بھاگ گئے تھے یہی نو شخص حضرت کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے حفاظت کر رہے تھے عباس تو دلدل
کی باگ تھامے ہوئے تھے اور علی سامنے تلوار کھینچے ہوئے سپر بنے ہوئے تھے باقی لوگ آپ کے آس پاس
دہنے بائیں طرف سے گھیرے ہوئے تھے صحابہ کل خواہ مہاجر ہوں یا انصار فرار کر گئے تھے یہ لوگ جسقدر فرار میں
پیشقدمی کرتے تھے اسیقدر حضرت کا قدم دشمن کے مقابلہ میں آگے بڑھتا جاتا تھا ارادہ پیشقدمی میں پختگی بڑھ رہی
تھی نیزوں اور تلواروں کو اپنے سینہ و گردن پر روک رہے تھے۔ پھر ایک مٹھی سنگریزہ اُٹھا کر مشرکین پر ماری
اور فرمایا شاہت الوجوہ یہ چہرہ بگڑ جائیں۔ علی سے جو شجاع ترین اولاد آدم ہیں یہ خبر مشہور ہے کہ جسقدر

سختی جنگ بڑھتی جاتی اور آتش حرب تیز ہوتی جاتی تھی ہم رسول کو اپنی سپر بناتے اور انکی پناہ ڈھونڈتے
تھے پھر جاحظ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ رسول نے کبھی معرکۂ جنگ میں اپنی جان کو نہیں ڈالا اور صفوف
لشکر میں شامل نہیں ہوئے اس سے زیادہ اعظم کون افترا ہوگا کہ کوئی رسول کی طرف جبن و بزدلی اور
لڑائی سے علیحدہ رہنے کی نسبت دے - پھر ابوبکر کو ان باتوں میں رسول سے کیا نسبت ہے جو جاحظ انکا قیاس
انپر کرتے ہیں اور رسول خدا سے جو مالک لشکر اور صاحب دعوت و رئیس ملت اسلام اور اپنے پرائے کی
نظر میں سید و سردار جنکی طرف ہر ایک نظر اٹھتی تھی اور سب کے مرجع تھے - نسبت دیتے ہیں حالانکہ حضرت
ہی کی وہ ذات تھی جس نے قریش بلکہ تمام عرب کے گلے گھونٹ دیے اور انکے معبودان باطل سے بیزاری کر کے
اور انکے دین میں عیب نکال کر اور انکے بزرگوں کو گمراہ بنا کر انکے جگر کباب کر دیے پھر بعد میں انکے رؤسا
و امرا کو قتل کر کے خون اپنے ذمہ لے لیا اگر ایسا شخص لڑائی سے علیحدہ رہے اور یکسوئی اختیار کرے تو اسکو
حق بھی حاصل ہے کہ رؤسا اور سلاطین کی شان کا مقتضا یہی ہوتا ہے جب لشکر کا تعلق انکی ذات سے
ہو اور اسکی سلامتی انکی سلامتی پر موقوف ہو جسطرح کہ بادشاہ ہلاک ہو جائے تو لشکر ہلاک ہو جاتا ہے اور اگر
بادشاہ کی سلامتی قائم رہی ہے تو گو لشکر ہلاک ہو جائے مگر پھر بھی ممکن ہے کہ اسکا ملک اسپر قائم رہے اور
وہ دوسرا لشکر تیار کر کے حفاظت کرے - یہی حکمت ہے کہ حکمائے بادشاہوں کو بنفس نفیس لڑائی میں شریک
ہونے سے منع کیا ہے اور قیصر کا بادشاہ ہند کے مقابلہ میں خود نکل آنے کو اسکی غلطی قرار دیا ہے اور حکمت سے
بے بہرہ ٹھہرایا ہے اور احتیاط و درست کاری سے اس فعل کو دور بتایا ہے - بس اب جاحظ ہمیں بتائیں
کہ ابوبکر کو اس معاملہ میں کیا دخل تھا کونسا دشمن اسلام ایسا تھا جسکی آنکھ میں انکی ذات کھٹکتی تھی جو انکے
قتل کا خصوصیت سے قصد کرتا جیسے دیگر مہاجرین ویسے وہ کوئی خاص امتیاز انکو حاصل نہ تھا جو حکم عبدالرحمن
بن عوف و عثمان بن عفان وغیرہ کا تھا وہی انکا تھا بلکہ انکے بیٹے عثمان کا شہرہ ان سے کہیں زیادہ تھا اور شہسواری
میں بھی وہ ان سے اشرف سمجھا جاتا تھا - اسکے سمت نگاہیں پڑتی تھیں اور مقابل کا اسے دیکھکر زیادہ دم گھٹتا تھا
ہم پوچھتے ہیں کہ ابوبکر ان معرکوں میں سے اگر کسی میں مارے جاتے تو کیا انکے قتل سے اسلام میں کچھ
ضعف آجاتا یا اسکی رفعت میں کچھ خلل پڑ جاتا یا قوم و ملت کی نسبت یہ خوف کیا جاتا ہے کہ اگر کسی معرکہ میں
ابوبکر کام آجاتے تو اسکے آثار کہنہ ہو کر مٹ جاتے اور قومی منارہ شکستہ ہو کر منہدم ہو جاتا جسکی وجہ سے
جاحظ کی زبان پر یہ مقولہ جاری ہوا کہ لڑائیوں سے اجتناب کرنے اور یکسو رہنے میں ابوبکر کا حال رسول خدا کے

حال کے مطابق تھا نعوذ باللہ من الخذلان کل صاحبان عقل جنکو سر معرفت اور آثار و اخبار سے ممارست ہے خوب
واقف ہیں کہ رسول اللہ کی لڑائیوں کا کیا حال تھا اور خود حضرت کے تیور ان میں کیسے رہتے تھے قیام کی جگہ
قیام حرب کی جگہ حرب کس پایہ کی تھی حضرت کا عریش میں برونا حد جلوس و وقوف ریاست و تدبیر کی راہ سے
تھا اور پشت و پناہ اور جاء اعتماد ہونے کی حیثیت سے آپ وہاں صحابہ کے حالات سے آگاہی حاصل فرماتے تھے
اور انکے پس پشت قیام فرماکر اور مقدمہ لشکر کے پیچھے رہ کر دل لشکر کی خواہ صغیر ہوں یا کبیر حفاظت فرماتے تھے ایک
مصلحت یہ بھی تھی کہ جب فوج اس بات سے مطلع رہے گی کہ حضرت لشکر کے آخر حصہ میں محفوظ ہیں تو ان کا
قلب مطمئن رہیگا اور انکے نفسوں کو حضرت کی طرف سے تعلق خاطر نہ رہے گا پس حضرت کی طرف سے بیخوف
ہوکر پورے اہتمام سے دشمن کا مقابلہ کرینگے نہ انکے لیے کوئی دوسرا ایسا گروہ ہوگا جسکی طرف التجا لیجائیں نہ کسی
پشت پناہ کی حاجت ہوگی جسکی طرف رجوع کریں کیونکہ وہ تو یہ جانتے ہیں کہ حضرت جب ہمارے پس پشت
موجود ہیں تو خواہ مخواہ ہمارے امور کی نگرانی فرمارہے ہیں اور ہمارے تمام جنگ کے مقامات سے واقف ہیں اور
ہر شخص کو ملاحظہ فرمارہے ہیں کہ وہ دین کی حمایت اور دشمن کو زک پہونچانے میں کسقدر پامردی دکھلاتا ہے او
مقابلہ و حملہ کرتے وقت کیسے کر و فر سے کام لیتا ہے پس جس موقع پر بھی حضرت نے وتوقف فرمایا وہ وقوف
صحابہ کے امر میں اصلح و اولے تھا اور انکی جمعیت اور بیضۂ اسلام کی حمایت و حراست میں اسکو زیادہ
دخل تھا ایک سبب یہ بھی تھا کہ تمام مقصود و مطلوب حضرت ہی کی ذات تھی اسلیے کہ لشکر کی تدبیر امور آپ
ہی سے متعلق تھی اور والی و حاکم تمام جماعات کے خود بدولت ہی تھے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ علمدار لشکر کا مقام
قیام ایک شریف موقف و قیام گاہ ہے جنگ کے لیے اسکا قائم رہنا ہی صلاح ہے اس کے لئے اگر موقع
پر بھی فضیلت ہے کہ آگے قدم نہ بڑھاے . تو رئیس کے لیے چند حالتیں ہیں پہلی حالت تو یہ ہے کہ شریک جنگ نہ ہو
اور سب سے پیچھے قیام کرے تاکہ لشکر کے لئے اعتماد گاہ اور باعث قوت قلب اور یاور و ناصر اور ساز سامان کا سبب ہو اور
تدبیر جنگ اپنے سر لے اور مقامات خلل کو پہچانے - اور دوسری حالت یہ ہے کہ خود مقدمہ میں گرے اور وسط صف میں
قیام کرے تاکہ ضعیف کے لیے قوت اور بزدل کے واسطے شجاعت کا باعث ہو - اور ایک تیسری حالت ہے
اور وہ یہ ہے کہ جب دونوں لشکر باہم حملہ کردیں اور دونوں طرف کی تلواریں چلنے لگیں تو سردار کا فرض ہوگا کہ
جیسا موقع ہو عمل کرے اگر حالت توقف کی مقتضی ہے تو توقف کرے اور اگر خود لڑنا صلاح ہو تو بنفس نفیس
دست بقبضہ ہوجائے یہ منازل جنگ میں سے آخری درجہ ہے یہیں پہ شریف شجاعت شعار کی شجاعت کا

اظہار ہوتا ہے اور نہ شیخی خورے بزدل کی نامردی آشکار ہوتی ہے۔ پس اب سوچنا چاہیے کہ کجا رسول اللہ کی ریاست عظمیٰ کا مقام اور کہاں ابوبکر کی منزلت دونوں میں کیا مناسبت ہے جو برابری کا دعویٰ کیا جائے اور دونوں حالتیں یکساں قرار دیجائیں البتہ اگر ابوبکر رسول کے رسالت میں شریک ہوتے اور خدا کی طرف سے انکو مرتبہ نبوت عطا ہوا ہوتا اور عرب کو جسطرح رسول کی جستجو اور تلاش و طلب تھی اسیطرح انکے طالب ہوتے اور امور اسلام کا انتظام انکے سر ہوتا اور لشکر آرائی اور فوج کشی اور دشمنوں کا قتل و قمع اسی طرح انکے ذمہ ہوتا جسطرح محمد مصطفیٰ کیا کرتے تھے اسوقت جاحظ کو حق تھا کہ ایسا حرف زبان سے نکالیں لیکن جبکہ ان کا حال وہی ہے جو سب کا حال تھا اور تمام مسلمانوں میں دل کے کمزور اور عند العرب کسی خون کے انتقام سے بے تعلق نہ کبھی کوئی تیر لگایا نہ تلوار کھینچی نہ کسی شخص کا خون بہایا دیگر نوکر چاکروں میں انکا شمار تھا نہ مشہور تھے نہ معروف نہ طالب تھے نہ مطلوب ایسی حالت میں انکے اور رسولخدا کے مقام و مرتبت کو کیونکر یکساں قرار دیا جاسکتا ہے جب بروز احد ان کا بیٹا عبدالرحمن مشرکین کی معیت میں جنگ کے لیے نکلا اور ابوبکر نے اسے دیکھا تو اسپر غضبناک ہوکر کھڑے ہو گئے اور ایک انگل تلوار بھی کھینچ لی ارادہ کر رہے تھے کہ مقابلے کے لیے جائیں تب رسول اللہ نے ان سے فرمایا یا ابابکر شم سیفك وامتعنا بنفسك اے ابوبکر تلوار نیام میں کرلو اور اپنی ذات سے ہمیں متمتع ہونے دو۔ امتعنا بنفسك حضرت نے صرف اسیوجہ سے فرمایا کہ حضرت جانتے تھے کہ وہ جنگ کی اہلیت نہیں رکھتے نہ ان میں لوگوں سے مقابلہ کی تاب ہے اگر کہیں مبارزت کر بیٹھے تو مارے جائینگے نہیں معلوم جاحظ یہ کیونکر کہتے ہیں کہ جنگ کرنے اور ہمسروں کے مقابلہ اور بہادران مشرکین کے قتل میں کوئی فضیلت نہیں ہے حالانکہ ستون خیمہ اسلام کے قیام کا باعث صرف یہی فعل حسن ہے دین کا ثبات و قرار نہیں ہوا مگر اسی مقابلہ سے کیا آپ کی رائے میں جاحظ نے خدا کا یہ قول نہیں سُنا ان الله يحب الذين يقاتلون في سبيله صفا كانهم بنيان مرصوص یعنی تحقیقاً خدا ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اسکی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور انہی دیوار کیطرح صف قائم کر دیتے ہیں۔ اور خدا کی محبت سے مراد زیادہ ثواب ہے پس جو شخص کہ اس صف میں شدت سے ثابت قدم ہوگا اور جنگ و جہاد میں عظیم تر وہی خدا کا سب سے زیادہ محبوب ہوگا اور افضل وہی ہے جسکا ثواب زیادہ ہو پس علی ہی تمام مسلمانوں میں خدا کے زیادہ محبوب ہوئے اسلیے کہ جنگ کی صف مستحکم میں انھیں کا قدم زیادہ محکم رہا باجماع امت کبھی بھولے سے بھی فرار نہ کیا اور کوئی شخص انکے مقابلہ پر نہیں آیا مگر مارا گیا۔ اور کیا آپ کی رائے میں جاحظ نے خدائے عظیم کا یہ قول نہیں سُنا وفضل الله المجاهدين على القاعدين اجراً عظيما خدا نے مجاہدوں کو بیٹھے رہنے

والوں پر اجر عظیم کے ساتھ فضیلت دی ہے۔ نیز خدا کا یہ قول ان اللہ اشتری من المومنین
انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون وعدا علیہ حقا
فی التوراۃ والانجیل والقرآن یعنی خدا نے مومنوں سے انکی جانوں کو جنت میں خرید لیا ہے چنانچہ وہ راہ خدا میں
لڑتے ہیں اور قتل کرتے ہیں اور مارے جاتے ہیں انسے یہ سچا وعدہ توریت و انجیل و قرآن سب کتابوں
میں کیا ہے پھر حق سبحانہ اس بیع و شرا کی تاکید کرتے ہوئے فرماتا ہے ومن اوفی بعھدہ من اللہ
فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذلک ھو الفوز العظیم یعنی جس نے اپنے خدا سے عہد کو
پورا کیا پس اے وفا کرنے والو تم اپنی اس بیع سے جسکا تم نے معاملہ کیا ہے خوش و خرم رہو یہ بڑی کامیابی
ہے۔ اور نیز خدا فرماتا ہے ذلک بانھم لا یصیبھم ظمأ ولا نصب ولا مخمصۃ فی سبیل اللہ ولا
یطئون موطئا یغیظ الکفار ولا ینالون من عدو نیلا الا کتب لھم بہ عمل صالح۔ یہ اسطرح ہے کہ
انھیں نہ کوئی تشنگی اور نہ تکلیف اور نہ بھوک راہ خدا میں پہونچے گی اور نہ وہ کسی ایسی جگہ پر قدم زن ہونگے
جس سے کفار کو غیظ آئے نہ وہ کوئی کامیابی بمقابلہ دشمن حاصل کرینگے مگر خدا انکے نامہ عمل میں ایک
کار نیک انکے واسطے تحریر فرمائے گا۔ پس جہاد میں لوگوں کے مقامات و مواقف مختلف حال رکھتے
ہیں انکے اعتبار سے بعض لوگ بعض سے افضل ہوتے ہیں پس جس نے اپنے ہمسروں کا مقابلہ کیا اور تلواروں
اور تیروں کا سامنا کیا وہ اپنی شدت و سطوت کی وجہ سے دشمنوں کے کاندھوں پر بہ نسبت اس شخص کے
صرف معرکہ میں بٹھا رہے صرف شرکت سے اعانت کرے اور جنگ میں پیشقدمی نہ کرے مگر چونکہ تیروں کی
زد میں ہے وہ اس شخص سے جو ایسی جگہ کھڑا ہو جہاں تیر و شمشیر کا خوف نہ ہو از روئے محبت اعظم ہوگا اور افضل
قرار پائے گا اگر یہی قاعدہ قرار پا جائے کہ بزدل اور ضعیف و کمزور اپنے ہاتھ نہ اٹھائیں اور لڑائی کے جوہر
دینے سے مستحق ریاست قرار پائیں اور یہ ان کا فعل نبی کے فعل کے مشابہ ہو تو حسان بن ثابت کو سب سے
زیادہ حظ ریاست حاصل ہوگا اور انکا استحقاق سب سے بالاتر ہوگا۔ کیونکہ وہ نہایت بزدل اور جہان
لڑائی کے وقت عورتوں میں جا کر چھپ جاتے تھے اور علی کی جہاد کی فضیلت باینوجہ کہ رسول نے سب سے کم
جہاد کیا ہی باطل ہو جائے جیسا کہ جاحظ کا زعم باطل ہے کو بنا بر اس قاعدہ کے ابوبکر کی فضیلت اتفاق باطل
اور بیکار ہو جائیگی اسلیے کہ رسول اللہ سب سے زیادہ مال میں کمتر تھے۔ آپ جسقدر عرب کے حالات اور قریش کے
کیفیات پر غور کرینگے اور سیر و اخبار کا ملاحظہ و مطالعہ فرمائینگے آپ پر کھل جائے گا کہ انکو صرف محمد مصطفی

کی تلاش تھی اور انھیں کے قتل کے درپے تھے۔ اگر اس سے عاجز ہوتے اور حضرت انکے ہاتھ نہ آتے تو پھر
علی کی تلاش تھی اور انکا قتل منظور نظر تھا اسلیئے کہ سب سے زیادہ رسول کے حالات میں انکو مشابہت
حاصل تھی نیز قرابت میں بھی سب سے بڑھے ہوئے تھے دفع مصیبت وحمایت رسول میں بھی وہی زیادہ
کوشاں تھے اگر علی انکو تلاش سے مل جاتے اور وہ انکو ہلاک کر ڈالتے تو در اصل یہ امر رسول کو ضعیف کر دیتا اور
انکی شوکت توڑ دیتا کیونکہ ناصرین رسول میں از روے رعب وداب قوت وشجاعت پردلی بیقیدی
بے جگری کے انھیں کی ذات سب سے اعلی اور ممتاز تھی آیا آپ نے عتبہ بن ربیعہ کا بروز بدر قول نہیں
سنا جبکہ وہ اور اسکا بھائی شیبہ اور بیٹا ولید بن عتبہ مقابلہ کو نکلے ہیں اور رسول اللہؐ نے انکے مقابلہ کو
انصار میں سے چند نفر کو بھیجدیا ہے انھوں نے ان سے انکا نسب پوچھا انھوں نے بیان کر دیا تو سب نے
باتفاق کہا کہ تم لوگ اپنی قوم کی طرف لوٹ جاؤ ہمیں تمھاری ضرورت نہیں ہے۔ پھر پکار کر کہا یا محمد اخرج
الینا اکفائنا من قومنا۔ اے محمد ہمارے مقابلہ کو ہمارے برابر والوں کو جو ہماری قوم سے ہوں بھیجے
تب حضرت نے اپنے نہایت قریبی رشتہ داروں سے خطاب فرمایا قوموا یا بنی ہاشم فانصروا حقکم الذی
اتاکم اللہ علی باطل ہؤلاء قم یا علی یا حمزہ قم یا عبیدہ یعنی اے بنی ہاشم اٹھو اور ان لوگوں کے
باطل کے مقابلہ میں اپنے اس حق کی نصرت کرو جو خدا نے تمھیں عطا فرمایا ہے یا علیؑ اٹھو اے حمزہ جاؤ اے
عبیدہ بڑھو۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہندہ بنت عتبہ نے جو انعام قتل علیؑ کے واسطے مقرر کیا تھا کیونکہ وہ
اور حمزہ بروز بدر اسکے باپ کے قتل میں شریک تھے کیا آپنے وہ مرثیہ نہیں سنا جو ہندہ اپنے کنبہ پر پڑھ رہی تھی۔
ماکان لی عن عتبۃ من صبر۔ ابی وعمی شقیق صدری۔ اخی الذی کان کضوء البدر۔ بہ کسرت
یا علی ظہری۔ ہاے مجھے اپنے باپ عتبہ کی موت پر صبر نہیں آتا نہ اپنے چچا شیبہ کی نہ اس بھائی کی جو میرے
جگر کا ٹکڑا ہے اور حسن صورت میں مانند ماہ تاباں تھا یا علیؑ تو نے ان سب کو قتل کر کے میری کمر کو شکستہ
کر دیا)۔ وجہ یہ تھی کہ علیؑ مرتضی نے اسکے بھائی ولید بن عتبہ کو خود قتل کیا اور عتبہ اسکے باپ کے قتل
میں شرکت فرمائی۔ رہا شیبہ اسکو تنہا حمزہ نے قتل کیا ہے اور جبیر ابن مطعم نے اپنے غلام وحشی سے احد کے دن
یہ کہا کہ اگر تو نے محمدؐ کو قتل کر دیا تو آزاد ہے اور اگر علیؑ کو ہلاک کیا تو بھی آزاد ہے اور اگر حمزہؓ کو مار ڈالا جب بھی
اپنے کو آزاد سمجھ۔ اس نے جواب دیا کہ محمدؐ کے تو میں قریب بھی نہیں جا سکتا انکے ساتھی انکی حفاظت کرنیوالے
ہونگے اور رہے علیؑ تو وہ نہایت محتاط آدمی ہیں چاروں طرف کا خیال رکھتے ہیں لیکن میں حمزہ کو غنقریب

قتل کر دونگا پس وہ انکی گھات میں چھپ کر بیٹھ رہا اور عند الموقع حربہ پھینک کر مارا اور شہید کر دیا۔

ہم نے علیؑ کے حال کو اسلامی حالہ میں جو رسولخدا کے حالات کے قریب اور یکساں قرار دیا ہے تو یہ کچھ ہماری ذاتی رائے نہیں بلکہ کتب سیر و اخبار میں رسول کی شفقت اور انکی جان کا کھٹکا اور بچاؤ کا خیال اور دعا حفظ و سلامتی اس بات کا پتہ دیتی ہے چنانچہ بروز خندق جب وہ عمرو بن عبد ود کے مبارزت کے لیے نکلے ہیں تو آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر تمام صحابہ کی موجودگی میں یہ دعا فرمائی اللھم انک اخذت منی حمزہ یوم احد وعبیدہ یوم بدر یا حفیظ الیوم علی علیاً رب لا تذرنی فرداً وانت خیر الوارثین - بار الہا تو نے حمزہ کو مجھ سے احد کے دن لے لیا اور عبیدہ کو بدر کے دن پس آج میرے لیے علیؑ کو محفوظ رکھنا اے میرے پروردگار مجھے تنہا نہ چھوڑنا تو تمام وارثوں میں بہتر ہے - یہی باعث تھا جو حضرت نے علیؑ کے مقابلہ عمر جانے میں تامل فرمایا جبکہ اس نے لوگوں کو بار بار اپنی طرف بلایا اور وہ ہر بار خاموش رہے اور علیؑ بڑھتے جاتے تھے اور رسولخدا سے اذن جہاد طلب کرتے تھے حتیٰ کہ حضرت نے ان سے کہا جانتے بھی ہو کہ یہ کون ہے یہ عمرو ہے عرض کی ہوا کرے میں علیؑ ہوں یہ سن کر فرط محبت سے قریب بلایا اور بوسہ لیے اور اپنا عمامہ انکے سر پر باندھا - اور چند قدم انکے ساتھ گئے جیسے کوئی کسی کو وداع کرتا ہے اور جدائی سے مبتلائے قلق اور انجام کا منتظر ہوتا ہے پھر برابر آسمان کی طرف رُخ کیے ہوئے ہاتھ اُٹھائے رہے مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ ساکت و صامت حضرت کے گرد کھڑے ہوئے گویا کہ انکے سروں پر پرندہ بیٹھا ہوا ہے حتیٰ کہ معرکۂ جنگ سے غبارہ بلند ہوا اور اسمیں سے تکبیر کی آواز کان میں آئی جس سے پتہ چلا کہ علیؑ نے عمر کو ہلاک کر دیا۔ آواز سنتے ہی رسول اللہ نے تکبیر کہی پھر سب مسلمانوں نے زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا تا آنکہ آواز خندق کے اس پار مشرکوں کے ..... کے کانوں تک پہونچی یہی وجہ ہے کہ حذیفہ بن یمان کا قول ہے کہ بروز خندق قتل عمرو سے علیؑ کو جو فضیلت حاصل ہوئی اگر وہ تمام مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیجائے تو اسمیں سب کی گنجائش ہے اور ابن عباس نے خدا کے قول وکفی اللہ المومنین القتال کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ کفایت علی بن ابیطالب کے ذریعہ سے ہوئی۔

جاحظ نے کہا ہے علاوہ بریں شجاع آدمی کا تلوار پکڑ کر دشمنوں کے مقابلہ کے لیے چلنا اُس شخص کے وہم اور عندیہ کے مطابق ہونا لازمی نہیں جو امور باطن سے مطلع نہ ہو اسلیے کہ دشمن کے مقابلہ میں تلوار پکڑ کر جانا اسکے ساتھ بعض ان باتوں کو بھی دخل ہوتا ہے جنکو لوگ نہیں دیکھ سکتے ظاہر حال جو اقدام و شجاعت دیکھے میں اسی پر حکم لگا دیتے حالانکہ بسا اوقات اسکا سبب ہیجان طبیعت ہوتا ہے اور بسا اوقات نو عمری اور

ناتجربہ کاری کبھی دل کی بھڑاس نکالنا اور حمیت قومی کبھی کسی شخص کو کسی نئے حادثہ کی عمل میں لانے کی محبت ہوتی ہے اور ہنگامہ آرائی کو پسند کرتا ہے کبھی طبیعت کا مقتضی ہوتا ہے جیسے بے رحم اور رحمدل اور سخی و بخیل کی طبیعت کہ وہ خواہش طبیعت کو پورا کر لیتا ہے۔ استاد ابو جعفر نے جواب دیا ہے بنا بریں جاحظ سے پوچھا جا سکتا ہے کہ فرمائیے علی ابن ابیطالب کا دشمن کے مقابلہ میں تلوار پکڑ کر جانا ان وجوہ میں سے کس وجہ پر مبنی تھا ان میں سے جو آپ تجویز فرمائینگے آپ کی خدا اور رسول سے عداوت ظاہر ہو جائیگی۔ اور اگر انکی مشی آپ کے بیان کردہ وجوہ میں سے کسی پر بعیں نہ ہوئی بلکہ بقصد نصرت دین و ثواب آخرت و جہاد فی سبیل اللہ و اعزاز ملت اسلام ثابت ہوئی تو جو کچھ بھی آپنے زبان درازی کی ہے اسکی رو سے آپ معاند قرار پائیں گے اور راہ انصاف سے خارج اور امام المسلمین کے حق میں طعنہ زن۔ اگر اس قسم کا وہم علی مرتضے کے بارے میں راہ پائے تو ایسا ہی خیال تمام بزرگان مہاجرین و انصار صاحبان جہاد و قتال کے متعلق بھی جنھوں نے اپنے نفوس پیش کر کے رسول کی نصرت کی اور اپنی جانوں پر کھیل کر حضرت کی حفاظت میں سپر بنے رہے اور اپنے پدر و پسر کو نثار کر دیا جاری ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ انکے ان افعال او جانبازیوں کی علت مذکورہ علتوں میں کوئی ہو اور ایسا کہنے میں دین پر اور تمام اہل اسلام پر طعن لازم آتا ہے اور اگر ایسا خیال علی و غیر علی کے بارہ میں جائز ہوتا اور جناب رسالتمآب اہل بدر کے بارے میں خدا کے اس قول کی ہرگز نقل نہ کرتے کہ اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم یعنی تمھارا جو جی چاہے وہ عمل کرو میں نے تم کو بخش دیا۔ اور علی مرتضیٰ کی نسبت یہ نہ فرماتے کہ الیوم برز الایمان کلہ الی الشرک کلہ تحقیقاً پورا ایمان پورے کفر کے مقابلہ کو نکلا۔ اور طلحہ کے متعلق یہ نہ ارشاد ہوتا او جب طلحہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور ہمیں بضرورت دین معلوم ہے کہ رسول خدا بسبب جہاد و نصرت دین علی کی تعظیم دینی فرماتے تھے۔ لہذا جو انکے بارہ میں طعن کرے گا وہ در اصل رسولخدا پر طعنہ زن قرار پائیگا کیونکہ اسکا زعم تو یہ ہے کہ ممکن ہے علی کا جہاد لوجہ اللہ نہ ہو بلکہ کسی اور امر کی وجہ سے ان امور میں سے جسکو وہ گنتا ہے ہو اور ایسی بات کے کہنے پر اسکو فریب و اغوائے شیطان نے آمادہ کیا ہے اور خدا نے جو انکی محبت کا امر کیا ہے اور انکی بغض و عداوت سے نہی فرمائی ہے اس سے وہ بیحد عداوت رکھتا ہے کیا آپ کی رائے میں علیؑ کے متعلق جو امر رسولخدا پر مخفی رہا وہ جاحظ اور فرقہ عثمانیہ پر منکشف ہو گیا جو انھوں نے ایک غیر مستحق مدح کی مدح فرمائی۔

جاحظ نے کہا ہے۔ پس بنا بریں وہ شخص جسکو اپنے نفس پر اختیار ہو گا اور جادہ اعتدال سے خارج نہ ہو گا اسکا قتال طاعت اور فرار معصیت قرار پائیگا اسلیے کہ اسکا نفس ترازو کے دونوں پلڑوں اور ڈنڈی کی طرح معتدل اور یکساں ہے اور جبکہ ایسا نہ ہو گا تو اسکی پیشقدمی بھی بخواہش طبیعت قرار پائے گی اور گریز بھی۔

ہمارے اُستاد ابوجعفر نے جواب دیا ہے پس اس بنا پر جاحظ سے کہہ سکتے ہیں کہ آپکے زعم کے مطابق ابوبکر نے جو چالیس ہزار درہم صرف راہ خدا کیے چاہیے کہ اس سخاوت میں انکے لیے کچھ ثواب نہ ہو کیونکہ ممکن ہے کہ انکا نفس غیر معتدل ہو بلکہ کیا عجب ہے کہ انکی طبیعت ریاست پسند واقع ہوئی ہو اور عبادت میں طبعاً آپ کو لذت حاصل ہوتی ہو اور طبعی امور چونکہ موجب ثواب نہیں ہوتے لہذا ثواب نہ ہو (دوم) ہمیں ابوعثمان کے اس مذہب میں تعجب تھا کہ اعتقادات اور معارف ضروری اور بدیہی اور طبعی ہوا کرتے ہیں نیز انکے اس مذہب میں کہ ان تمام معارف میں تولد کو دخل اور حرکت حجر میں طبیعت مؤثر ہے تا آنکہ ہم نے انکے اقوال سے عجیب تر یہ قول دیکھا کہ وہ زعم کر بیٹھے کہ علیؑ کے جہاد اور قتل مشرکین میں ممکن ہے کہ انھیں کچھ ثواب نہ ہو اسلیے کہ یہ انکا طبعی فعل ہے یہ قول انکے اس قول سے جو معرفت اور تولد کے بارہ میں ہے کہیں عجیب و غریب ہے۔

جاحظ نے کہا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر علیؑ ویسے ہی ہیں جیسا کہ شیعوں کا گمان ہے تو انکو اپنے مقابلوں کے قتل میں نہ تو کچھ بڑی فضیلت ہے نہ زیادہ اطاعت اسلیے کہ نبیؐ سے مروی ہے کہ حضرت نے ان سے فرمایا ستقاتل بعدی الناکثین والقاسطین والمارقین یعنی عنقریب میرے بعد عہد شکن اور ظالموں اور دین سے نکل جانے والے لوگوں سے جنگ کروگے۔ پس جبکہ انسے وعدہ کیا ہو کہ بعد رسول وہ زندہ اور باقی رہینگے تو انکو اپنے ہمسر ونکے مقابلہ میں اپنی سلامتی کا یقینی وثوق تھا اور اپنی فتحیابی اور غلبہ کا علم پس اس بنا پر طلحہ اور زبیر کا جہاد انکے جہاد سے عظیم تر ہوگا۔

اُستاد ابوجعفر نے کہا ہے کہ جاحظ کا یہ اعتراض در اصل رسول پر جاکر پڑتا ہے اسلیے کہ خدا نے ان سے فرمایا واللہ یعصمک من الناس خدا لوگوں کی شر سے تمہاری حفاظت کریگا بنا بریں نبی کے جہاد میں بھی انکو نہ کچھ زیادہ فضیلت ہوگی نہ کچھ بڑی عبادت اور اکثر لوگوں نے حضرت سے روایت کیا ہے اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر جو دو شخص میرے بعد رہیں گے انکی اقتدا کرنا یعنی ابوبکر اور عمر کی پس واجب لازم ہوا کہ ان دونوں کا جہاد بھی باطل ہو اور زبیر سے یہ فرمایا ستقاتل علیا وانت ظالم عنقریب تو علیؑ سے لڑیگا درحالیکہ تو ظالم ہوگا پس اس کلام میں زبیر کو یہ جتلادیا کہ وہ حیات رسول میں نہ مریں گے اور خدا نے اپنی کتاب عزیز میں طلحہ سے یہ فرمایا ہے وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ تمھیں یہ روا نہیں کہ رسول خدا کو اذیت دو اور انکے بعد انکی بیبیوں سے نکاح کرو۔ مفسرین نے کہا ہے کہ آیت طلحہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس سے انکو جتلادیا گیا کہ وہ بعد انحضرت زندہ اور باقی رہیں گے اس سے لازم آیا کہ ان دونوں کو جہاد میں ثواب کثیر حاصل نہو ہمارے پاس جو بطور صحیح خبر پہونچی ہے وہ یہ ہے کہ رسول نے یہ قول علیؑ سے ستقاتل الناکثین اسوقت فرمایا جبکہ اس سے پہلے یہ انسے کہا تھا

لما وضعت الحرب اوزارها ودخل الناس فی دین اللہ افواجاً ووضعت الجزیۃ ودانت العرب قاطبۃ

یعنی یہ قتال ناکثین اسوقت وقوع میں آئیگا جبکہ لڑائی کے ہتیار رکھدیے جائینگے اور لوگ فوج فوج دین خدا میں داخل ہونگے اور کفار پر جزیہ لگا دیا جائے گا اور عرب کل کے کل مطیع ہوجائیں گے۔

جاحظ نے کہا ہے۔ کہ پھر علی کے حمایتی اور ناصروں اور انکی فضیلت کے تسلیم کرنے والوں نے ان لوگوں کی طرف توجہ کی ہے جو میدان جنگ میں انکے ہمسر اور مقابل تھے اور انکے ہاتھ سے مارے گئے پس انکی مدح سرائی میں بیحد غلو اور مبالغہ سے کام لیا ہے حالانکہ وہ اس حد کے ہرگز نہ تھے۔ انہیں سے ایک عمرو بن عبدود عامری ہے جسکو ان حضرات نے عامر بن طفیل اور عتبہ بن حرث اور بسطام بن قیس سے بھی اشجع اور بہادر قرار دیا ہے حالانکہ جنگہائے فجار اور قریش و دوس کا باہمی مناقشہ اور حلف فضول کا واقعہ ہمارے کانوں تک پہونچا ہے مگر ہمنے تو کسی موقع پر عمرو بن عبدود کا کوئی ذکر نہیں سُنا۔

اُستاد ابو جعفر نے جواب میں کہا ہے کہ عمرو بن عبدود کا معاملہ اسقدر مشہور و مذکور ہے جو استدلال و احتجاج کی حاجت نہیں رکھتا ذرا کتب مغازی و سیر کا ملاحظہ کیجیے اور شعرائے قریش نے اسکے قتل کے بعد جو مرثیے کہے ہیں ان پر نظر ڈالیے۔ چنانچہ منجملہ انکے ایک وہ مرثیہ ہے جس کا محمد بن اسحاق نے اپنے مغازی میں ذکر کیا ہے۔ کہتا ہے کہ مسافع ابن عبد مناف بن زہرہ بن حذافہ بن جمح عمرو بن عبد اللہ بن عبدود پر جب وہ خندق پھاند کر آیا ہے اور علیؑ بن ابیطالب نے حالت مبارزت میں اسے قتل کر دیا ہے اسطرح گریہ و بکا کرتا ہے۔

عمرو بن عبد کان اول فارس جزع المذاد وکان فارس یلیل
سمح الخلائق ماجد ذو مرۃ یبغی القتال بشکۃ لم ینکل

عمرو بن عبدود اول قبیلہ شہسوار تھا جو خندق پھاند گیا اور فارس مقام یلیل تھا خوش خصال بزرگ ذی عقل خواہان حرب و ضرب جسنے کبھی منھ نہیں پھیرا

ولقد علمتم حین ولوا عنکم ان ابن عبد منہم لم یعجل
حتی تکنفہ الکماۃ وکلہم یبغی القتال لہ ولیس بمؤتل

مسلمانو تمھیں معلوم ہوگا کہ جب کہ تمہارے سامنے سے روگردانی ہو تو پسر عبدود نے کبھی عجلت نہیں کی تا آنکہ اسکو بہادروں نے گھیر لیا تھا اور ہر ایک اسے خواہان قتال تھا حالانکہ اسکا کوئی ہمسر نہ تھا

ولقد تکنفت الفوارس فارساً بجنوب سلع غیر نکس امیل
سال النزال ہناک فارس غالب بجنوب سلع لیتہ لم ینزل

سواروں نے ایک سوار کو گھیر لیا کوہ سلع کے جنوب میں جو روگردان اور کمزور نہ تھا اس موقع پر فارس آل غالب طالب جنگ ہوا اچھا ہوتا کہ وہ سلع میں ہوتا کاشکے وہ میدان میں نہ آتا

فاذہب علی ما ظفرت بمثلہا فخراً ولو لاقیت مثل المعضل
نفسی الفداء لفارس من غالب لاقی حمام الموت لم یتحلحل

جاؤ اے علی ایسا فخر تمہیں کبھی حاصل نہوا ہوگا میری جان شہسوار آل غالب پر فدا ہو جسنے بڑے ثبات سے ملاقات کی اور جان کو ہلاک کر دیا

اعنی الذی جزع المذاد ولم یکن فشلاً ولیس لدی الحروب بزمل

میری مراد اُس سے جو خندق سے پار ہو گیا اور وہ بزدل تھا نہ لڑائیوں کے وقت ضعیف دل تھا اور ہبیرہ ابن وہب مخزومی علی کے مقابلہ سے اپنے بھاگ جانے اور عمرو کو بر خندق چھوڑ دینے کا عذر کرتا ہے اور اسپر گریہ کرتا ہے۔

لعمرک ما ولیت ظہری محمدا　واصحابہ جبنا ولا خیفۃ القتل　ولکننی قلبت امری فلم اجد　لسیفی غناء ان وقفت ولا نبلی

میری جان کی قسم کہ میں نے محمد اور انکے ساتھیوں کو پیٹھ نہیں دکھائی نامردی اور خوف قتل سے لیکن میں نے اپنے امر کی جانچ کی پس میں نے اپنی تلوار کو کافی نہ دیکھا اگر میں ٹھہر جاتا اور نہ تیر کو کافی

وقفت فلما لم اجد لی مقدما　صددت کضرغام ھزبر الی شبل　ثنا عطفہ عن قرنہ حین لم یجد　مجالا وکان الحزم والرای من فعلی

پس ٹھہرا مگر جب پیش قدمی کا موقع نہ پایا　تو میں شیر غران کی طرح لوٹ آیا جو شیر بچے کے پاس لوٹ آتا ہے　اسنے اپنے مقابل کے سامنے سے رخ پلٹا جبکہ　موقع نہ پایا اور احتیاط اور عقل میرے افعال میں تھی

فلا تبعدن یا عمرو حیا وھالکا　فقد مت محمود الثنا ماجد الفعل　ولا تبعدن یا عمرو حیا وھالکا　فقد کنت فی حرب العدی مرھف النصل

پس نہ تعزیت کیا جائے تو اے عمرو حالت حیات و ممات میں　تو نے تو ستودہ صفت اور بزرگوار ہو کے مرنا ہے اسکی تیز مثل تیغ ہی کی ہو۔ اے عمرو تو حالت حیات و ممات میں　اسلیے کہ تو دشمنوں کی جنگ میں تیز پیکان تھا

ھنالک لو کان ابن عمرو لزارھا　لفرجھا عنہم فتی غیر واغل　کفتک علی لن تری مثل موقف　وقفت علی شلو المقدم کالفجل

اے علی تمہیں کافی ہے کہ تم ایسا کبھی نہ دیکھوگے تم ایسے شخص کی نعش پر کھڑے ہو جو بہادر کو جنگ میں

تعاظفن کفاک لیو ما بمثلھا　امنت بہا ما عشت من الزلۃ النعل　نیز ہبیرہ ابن وہب مخزومی عمرو کا مرثیہ پڑھتا اور اسکے

ایسی فتح کبھی تمہارے ہاتھ نہ لگی ہوگی　اسکی وجہ سے زندگی بھر تم لغزش سے محفوظ ہوگے　لیے روتا ہے۔

لقد علمت علیا لوی بن غالب　لفارسہا عمرو اذا ناب نائب　وفارسہا عمرو اذا ما یسوقہ　علی والی الموت لا شک طالب

آل لوی بن غالب کے بزرگ　اپنے شہسوار عمرو بن عبد ود کو جب کوئی مصیبت نازل ہو خوب پہچانتے ہیں　اپنے فارس عمرو سے اس وقت بھی واقف تھے جب اسے علی کھینچے لیے جاتے تھے وہ بیشک موت آدمی کی طالب ہے

عشیۃ یدعوہ علی وانہ　لفارسہا اذ خام عنہ الکتائب　فیا لھف نفسی ان عمرو الکائن　بیثرب لا زالت ھناک مصائب

و شام یاد ہے جبکہ علی اسکو بلا رہے تھے اور بیشک آل غالب کا فارس تھا جبکہ لشکر اسکے گرد اگرد سے ہٹ گئے تھے۔　میرا دل جلتا ہے کاش میں یثرب میں ہوتا

لقد احرز العلیا علی بقتلہ　وللخیر یوما لا محالۃ جالب　اور حسان بن ثابت انصاری (شاعر اسلام) عمرو کا ذکر

بیشک علی نے اسے قتل کر کے بزرگی حاصل کر کے آخر کار نیکی کا کسی نہ کسی دن کھینچنے والا نکل آتا ہے　کرتا ہے۔

امسی الفتی عمرو بن عبد ناظرا　کیف العبور ولیتہ لم ینظر　ولقد وجدت سیوفنا مشہورۃ　ولقد وجدت جیادنا لم تقصر

جوانمرد عمرو بن عبد نے شام کو یہ دیکھا　کہ خندق سے کیونکر پار ہو سکتے ہیں کاش وہ یہ دیکھتا　اے عمرو تو نے ہماری تلواریں کھنچی ہوئی پائیں　اور تو نے دیکھا کہ ہمارے گھوڑوں نے کوئی کوتاہی نہیں کی

ولقد لقیت غداۃ بدر عصبۃ　ضربوک ضربا غیر ضرب المحصر　اصبحت لا تدعی لیوم عظیمۃ　یا عمرو او الجسیم امر منکر

تیرا سامنا صبح بدر ایسے گروہ سے ہوا　جنہوں نے مجھے ضرب کاری لگائی وہ تنگی کی ضرب نہ تھی　تو نے ایسی حالت میں صبح کی کہ کسی بڑے کام کے دن میں نہیں بلایا جاتا یا کسی بڑے ناگوار امر کے لیے

یہ بھی حسان کا قول ہے۔　لقد تقیت بنو جمح بن عمرو　ومخزوم وتیم ما تقبل

وعمرو کالحسام فتی قریش　کان جبینہ سیف صیقل　فتی من نسل عامر اریحی　تطاولہ الاسنۃ والنصول

اللہ و مثل شمشیر براں قریش کا جوانمرد ہے　گویا اسکی پیشانی تیغ تابناک ہے　وہ نسل عامر سے جوانمرد　اسپر سنان و پیکان نے دست درازی کی

دعاہ الفارس المقدام لما تکشفت المقانب والخیول   ابوالحسن فقنعہ حساما جزار الا افل ولا نکول

اسکو ایک بہادر فارس نے بلایا جبکہ صفوف لشکر کھل گئی تھی   یہ ابوالحسن تھے انھوں نے اسپر شمشیر براں کا وار کیا جو کند اور ناکارہ نہ تھی

فغادرہ مکبا مسلحبا   علی عفراء لا لعن القتیل

پس اسکو اوندھے منہ پڑا ہوا آغشتہ بخون زمین پر چھوڑ دیا وہ کشتہ بعید نہ ہو

یہ وہ اشعار ہیں جو اس بارہ میں نظم کیے گئے ہیں بلکہ جو کچھ کہا گیا ہے یہ اسمیں کا ایک جز قلیل ہے رہے آثار و اخبار پس وہ کتب سیر اور بہادروں کے کارناموں اور واقعات میں موجود ہیں علماء سیر و واقعات عالم میں سے کوئی ایسا نہیں جس نے عمر کا ذکر کیا ہو اور یہ نہ کہا ہو کہ وہ شہسواران و شجاعان قریش سے تھا۔

حسان نے جو یہ کہا ہے ولقد لقیت غداۃ بدر عصبۃ یعنی روز بدر اے عمر تیرا ایک جماعت سے سامنا ہوا اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ بروز معرکہ بدر مشرکین کے ساتھ حاضر تھا اور مسلمانوں میں کچھ لوگوں کو قتل کرکے ہزیمت خوردہ لوگوں کے ساتھ فرار کر گیا اور مکہ چلا گیا یہی وہ شخص ہے جس نے کعبہ میں خدا سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ کوئی اسے تین امر کی طرف دعوت نہ دے گا مگر ایک بات کو اسمیں سے ضرور تسلیم کرے گا اسکے ایام فخار کے آثار و کردار مشہور عالم ہیں وقائع عرب و ایام قتال کی تاریخیں انکو بتا رہی ہیں البتہ ان تین فارسان عرب کے ساتھ اسکا ذکر نہیں ہوا یعنی عتبہ اور بسطام اور عامر کے ساتھ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ڈاکو اور لٹیرے صحرا نشین تھے اور قریش شہری لوگ تھے ڈھیلوں اور پتھروں میں رہنے والے وہ ڈکیتیاں ناپسند کرتے تھے اپنے غیر اعراب کو لوٹتے نہ تھے بلکہ اپنے مقام اور اپنے شہر اور اپنے حرم کی حمایت پر اکتفا کرتے تھے اسوجہ سے اسکا نام اتنا مشہور نہیں ہوا جتنا ان تینوں کے ناموں نے شہرت پائی۔

پھر جاحظ سے یہ سوال ہو سکتا ہے کہ جب عمرو کی آپکے قول کے مطابق کچھ ہستی نہ تھی تو پھر اسکی کیا وجہ تھی کہ جب وہ اپنے چھ ساتھی سواروں کے ساتھ جنہیں اسکا بھی شمار ہے خندق کو پھلانگ کر اسطرف آگیا ہے اور اصحاب رسول جنکی تین ہزار تعداد تھی اور وہ ایک قطعہ زمین پر مجتمع ہو گئے ہیں اور اس نے انکو مقابلہ کے واسطے بار بار بلایا تو ان میں سے اسکے مقابلے کے لیے نکلنے کی کسی کی ہمت نہ پڑی اور ایک متنفس نے بھی جوہر جانبازی نہ دکھلایا حتی کہ اسنے زجر و توبیخ اور طعن و تشنیع کرکے ابھارنا چاہا اور پکار کر کہا مسلمانوں کیا تمہارا یہ زعم نہیں ہے کہ جو ہماری (کفار) جماعت سے مارا جائیگا وہ دوزخ میں جائے گا اور جو تم میں سے قتل ہوگا وہ راہی جنت ہوگا پھر کیا بات ہے جو کوئی تم میں سے جنت میں جانے یا اپنے دشمن کو دوزخ میں بھیجنے کا مشتاق نہیں ہوتا مگر سب کے

سب نبد مے کھڑے تھے اور دل ہار دیے تھے رعب اور خوف انکے دلوں پر چھا گیا تھا کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلا پس یا
اشجع الناس مانیے جیسا کہ وہ مشہور عالم ہے۔۔۔۔ انکی بابت کہا گیا ہے یا مسلمانوں کو عرب میں سب سے زیادہ نامرد
بزدل اور ذلیل و حقیر تسلیم کیجیے۔ حالانکہ کل مورخین نے وہ اشعار جو اس نے تمام قوم کی پست ہمتی کو دیکھ کر نظم کرکے پڑھے
ہیں نقل کیے ہیں کہ اسنے اسوقت اپنے گھوڑے کو جولاں کیا اور کاوہ دیا پھر میمنہ اور میسرہ کی طرف گیا بعدہ سب کے
مواجہ میں استادہ ہو کر یہ رجز پڑھا۔

ولقد بححت من النداء بجمعهم هل من مبارز   ووقفت اذ جبن المشجع موقف القرن المناجز

بیشک میری آواز پڑ گئی انکی جماعت کے سامنے ہل من مبارز کی ندا سے   میں اسوقت ثابت قدم رہا ہوں جبکہ جنگجو مقابل کے سامنے بزدل و کم

وكذاك انى لم ازل متسرعا نحو الهزاهز   ان الشجاعة فى الفتى والجود من خير الغرائز

اسی طرح میں ہمیشہ میدان جنگ کی طرف سرعت کرتا رہا ہوں   بیشک شجاعت اور کرم ہی جوانمردی میں بہترین خصائل ہیں

پس جب علیؑ مبارزت کیلئے نکلے تو انھوں نے اسے یہ جواب دیا:

لاتعجلن فقد اتاك مجيب صوتك غير عاجز   ذو نية وبصيرة يرجو لغداة نجاة فائز   انى لارجو ان اقيم عليك نائحة الجنائز

جلدی نہ کر ایسا تیری آواز کا جواب دینے والا جو عاجز نہیں آ گیا جو صاحب نیت صادق و بصیرت کامل ہے اور فردائے قیامت میں نجات کا امیدوار ہے میں امید کرتا ہوں کہ تجھ پر جنازہ

من ضربة تفنى ويبقى ذكرها عند الهزاهز   جاحظ سے پہلے گروہ انصار میں سے ایک نادان جاہل نے

ایک ایسی ضربت سے جو خود فنا ہو جائیگی مگر اسکی یاد مواقع جنگ پر باقی رہیگی۔   ایسا ہی کلمہ کہا تھا جبکہ جناب رسولخدا جنگ بدر سے
ہوئے تو ایک انصار میں سے ایک جوان جو بدر میں موجود تھا کہنے لگا ان قتلنا الا عجائز صلعاء ہم نے نہیں قتل کیا
بوڑھی ناتوان عورتوں کو جس پر رسولخدا نے کہا بھتیجے ایسا نہ کہو یہ لوگ مردان کارزار تھے

جاحظ نے کہا ہے کہ ان لوگوں نے ولید بن عتبہ بن ربیعہ (جو بروز بدر علیؑ کے ہاتھ سے مارا گیا) کے بارہ میں بھی بہت
زیادتی کی ہے حالانکہ ہمیں قطعاً علم نہیں کہ ولید اس سے پہلے کسی جنگ میں شریک بھی ہوا ہے یا اسکا کسی میدان میں ذکر آیا
استاد ابوجعفر کہتے ہیں کہ قریش کے حالات و اخبار اور انکے میدان جنگی کے آثار جس مورخ نے بھی جمع کیے ہیں اس
ولید کو شجاعت و شیردلی سے متصف قرار دیا ہے شجاعت کے ساتھ قوی بازو بھی تھا ہمیشہ پہلوانوں سے کشتی کرتا رہتا
انکو پچھاڑتا رہتا تھا اور یہ کوئی بات نہیں کہ جب تک کسی نے پہلے سے کوئی لڑائی نہ دیکھی ہو تو وہ شجاع نہیں خود علیؑ
دیکھو کہ بدر سے پہلے انھوں نے کوئی معرکہ نہیں دیکھا تھا باوجود اسکے وہاں پہ لوگوں نے انکے کارنامے اور آثار دیکھ لیے
جاحظ نے کہا ہے کہ ابوبکر رسولخدا کے ساتھ بروز احد اسیطرح قائم رہے جسطرح کہ علیؑ لہذا اس فخر میں دونوں برابر رہے اگر کسی کو دوسرے پر فخر نہ ہوگا۔

استاد ابو جعفر کہتے ہیں۔ کہ ابو بکر کے بروز احد ثبات قدم میں اکثر مورخین اہل سیر کو انکار ہے ان میں سے جمہور کا یہ قول ہے کہ نبی کے ساتھ
بجز علی و طلحہ و زبیر و ابو دجانہ کے کوئی بھی باقی نہ رہا تھا۔ اور ابن عباس سے مروی ہے کہ ان میں ایک پانچواں شخص بھی ہے اور وہ عبد اللہ
ابن مسعود ہے۔ بعض چھٹے کے بھی قائل ہو گئے ہیں وہ مقداد بن عمرو ہیں اور یحییٰ بن سلمہ بن کہیل نے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے باپ
سلمہ سے پوچھا کہ رسولخدا کے ساتھ بروز احد کتنے آدمی ثابت قدم رہے کہا صرف دو نے کہا کہ وہ دو کون ہیں کہا علی اور ابو دجانہ۔
اچھا جاحظ کے دعوے کے مطابق ہم نے فرض کر لیا کہ ابو بکر بھی بروز احد ثابت و قائم رہے تو کیا جاحظ کو یہ جائز ہے کہ وہ کہے
کہ ابو بکر بھی علی کی مثل ثابت قدم رہے لہذا ایک کو دوسرے پر فخر نہیں۔ حالانکہ اسکو علی کے آثار کا جو ان سے اسدن ظہور میں آئے
بخوبی علم ہے کہ انھوں نے بنی عبد الدار کے تمام علمبرداروں کو قتل کیا جنمیں کا ایک طلحہ بن ابی طلحہ تھا جسکی نسبت رسولخدا نے
خواب میں دیکھا تھا کہ آپنے ایک مینڈھے پر دسترس پایا ہے اسکی حضرت نے یہ تاویل کی کہ اس سے مراد کبش کتیبۃ (سردار لشکر کفار ہے)
میں نے اسکو قتل کر دیا ہے۔ پس جبکہ اسکو علی بن ابیطالب نے از روے مبارزت قتل کیا ہے (اور یہ مشرکین میں سے پہلا کشتہ تھا
جو اسدن مارا گیا) تو رسولخدا نے تکبیر کہی اور فرمایا ھذا الکبش الکتیبۃ سردار لشکر بھی تھا۔ علاوہ بریں علی کا رسولخدا کی
اسکے علاوہ نصرت و حمایت کرنا جسوقت کہ لوگ حضرت کو چھوڑ کر فرار ہو گئے تھے اور حضرت کی طرف قریش کے ایک انبوہ نے رخ کیا ہے
آپنے فرمایا یا علی اکفنی ھذہ یا علی میری ان سے کفایت کرو علی انپر حملہ کرکے بھگا دیتے ہیں اور سرکردہ لشکر کو ٹھکانے لگاتے
ہیں حتی کہ مشرک و مسلم مخالف و موالف ہر ایک نے آسمان سے یہ صدا سنی۔ لا سیف الا ذوالفقار و لا فتی الا علی حتی
کہ رسولخدا نے جبرئیل سے جو قول نقل کیا وہ کیا کیا جس شخص کے یہ افعال و آثار ہوں بھلا اسکی نسبت جاحظ کا یہ کہنا کہاں تک
درست ہوگا لا فخر لاحدھما علی صاحبہ علی اور ابو بکر سے کسی کو دوسرے پر فخر کا موقع نہیں ربنا افتح بیننا و بین
قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین۔

جاحظ نے کہا ہے کہ بروز احد ابو بکر کے لیے ایک مشہور بہادری ہے انکا بیٹا عبد الرحمن گھوڑے پر سوار ہے میں سرتاپا غرق برآمد
ہوا اور مبارزت طلب کی یہ الفاظ اسکی زبان پر تھے انا عبد الرحمن ابن عتیق میں ابو بکر عتیق کا بیٹا عبد الرحمن ہوں یہ سنکر خود
ابو بکر اسکے مقابلہ کو آمادہ ہو گئے اور تلوار لیکر جھپٹے اسوقت نبی نے ان سے فرمایا شم سیفک وارجع الی مکانک و متعنا
بنفسک یعنی تلوار نیام میں کیجیے اور اپنی جگہ پلٹ جائیے اور ہمیں اپنی ذات سے منتفع ہونے دیجیے۔

استاد ابو جعفر نے کہا ہے ابو عثمان جاحظ کو ابو بکر کے اس مقام مشہور کے ذکر سے کچھ مانع نہوا اور انھوں نے کچھ پس و
پیش نہ کیا حالانکہ اگر امامیہ دسترس پائیں تو ابو بکر کے مثالب مطاعن میں جو انکے پاس ہیں اور اسکا اضافہ کر دیں
اسلیے کہ نبی کا یہ فرمانا کہ آپ باز آئیں اور اپنی جگہ پلٹ جائیں اسکی دلیل ہے کہ ابو بکر کسی سے تاب مبارزت و مقابلہ نہیں

سب نبرد سے کھڑے تھے اور دل ہار دیے تھے رعب اور خوف انکے دلوں پر چھا گیا تھا کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلا بس یا
اشجع الناس ما نے جیسا کہ وہ مشہور عالم ہے ---- انکی بابت کہا گیا ہے یا مسلمانوں کو عرب میں سب سے زیادہ نامرد
بزدل اور ذلیل و حقیر تسلیم کیجیے۔ حالانکہ کل مورخین نے وہ اشعار جو اس نے تمام قوم کی پست ہمتی کو دیکھ کر نظم کرکے جز
ہیں نقل کیے ہیں کہ اسنے اسوقت اپنے گھوڑے کو جولاں کیا اور کاوہ دیا پھر میمنہ اور میسرہ کی طرف گیا بعدہ سب
مواجہ میں استادہ ہوکر یہ رجز پڑھا۔

ولقد بححت من النداء بجمعهم هل من مبارز ووقفت اذ جبن المشجع موقف القرن المناجز
بیشک میری آواز پڑ گئی انکی جماعت کے سامنے ہل من مبارز کی ندا سے میں اسوقت ثابت قدم رہا ہوں جبکہ جنگجو مقابل کے سامنے بودا ہو
وكذاك اني لم ازل متسرعا نحو الهزاهز ان الشجاعة في الفتى والجود من خير الغرائز
اسی طرح میں ہمیشہ میدان جنگ کی طرف سرعت کرتا ہوں بیشک شجاعت اور کرم ہی جوانمردی میں بہترین خصائل ہیں

پس جب علی مبارزت کیلیے نکلے تو انھوں نے اسے یہ جواب دیا:

لا تعجلن فقد اتاك مجيب صوتك غير عاجز ذو نية وبصيرة يرجو لذاك نجاة فائز اني لارجو ان اقيم عليك نائحة الجنائز
جلدی نکر اب تیری آواز کا جواب دینے والا جو عاجز نہیں ہے آ گیا جو صاحب نیت و صاحب بصیرت ہے اور ہر فرد سے قیامت نجات کا امیدوار ہے میں امید کرتا ہوں کہ تیرے جنازے پر
من ضربة تبقى ويبقى ذكرها عند الهزاهز جاحظ کہتے ہیں کہ گروہ انصار میں سے ایک نادان جاہل نے
ایک ایسی ضرب سے جو خود فنا ہو جائیگی مگر اسکی یاد مواقع جنگ پر باقی رہیگی۔ ایسا ہی کلمہ کہا تھا جبکہ جناب رسولخدا جنگ بدر سے
ہوے تو ایک انصار میں سے ایک جوان جو بدر میں موجود تھا کہنے لگا ان قتلنا الا عجائز صلعاء ہم نے نہیں قتل کیا
بوڑھی ناتوان عورتوں کو جس پر رسولخدا نے کہا بھتیجے ایسا نہ کہو یہ لوگ مردان کارزار تھے

جاحظ نے کہا ہے کہ ان لوگوں نے ولید بن عتبہ بن ربیعہ (جو بروز بدر علیؑ کے ہاتھ سے مارا گیا) کے بارہ میں بھی بہت
زیادتی کی ہے حالانکہ ہمیں قطعاً علم نہیں کہ ولید اس سے پہلے کسی جنگ میں شریک بھی ہوا ہے یا اسکا کسی میدان میں ذکر آیا
استاد ابو جعفر کہتے ہیں کہ قریش کے حالات و اخبار اور انکے میدان جنگی کے آثار جس مورخ نے بھی جمع کیے ہیں اس
ولید کو شجاعت و بزدلی سے منصف قرار دیا ہے شجاعت کے ساتھ قوی بازو بھی تھا ہمیشہ پہلوانوں سے کشتی کرتا رہتا
انکو پچھاڑتا رہتا تھا اور یہ کوئی بات نہیں کہ جب تک کسی نے پہلے سے کوئی لڑائی نہ دیکھی ہو تو وہ شجاع نہیں خود
دیکھو کہ بدر سے پہلے انھوں نے کوئی معرکہ نہیں دیکھا تھا باوجود اسکے وہ لوگوں نے انکے کارنامے اور آثار دیکھ لیے
جاحظ نے کہا ہے کہ ابو بکر رسولخدا کے ساتھ بروز احد اسیطرح قائم رہے جسطرح کہ علی لہذا اس حیثیت سے دونوں برابر رہینگے کسی کو دوسرے پر فخر نہ ہوگا۔

استاد ابو جعفر کہتے ہیں۔ کہ ابو بکر کے بروز احد ثبات قدم میں اکثر مورخین اہل سیر کو انکار ہے ان میں سے جمہور کا یہ قول ہے کہ نبی کے ساتھ
بجز علی و طلحہ و زبیر و ابو دجانہ کے کوئی بھی باقی نہ رہا تھا۔ اور ابن عباس سے روایت ہے کہ ان میں ایک پانچواں شخص بھی تھا اور وہ عبداللہ
ابن مسعود ہے۔ بعض چھٹے کے بھی قائل ہو گئے ہیں وہ مقداد بن عمرو ہیں اور یحییٰ بن سلمہ بن کہیل نے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے باپ
سلمہ سے پوچھا کہ رسولخدا کے ساتھ بروز احد کتنے آدمی ثابت قدم رہے کہا صرف دو۔ میں نے کہا کہ وہ دو کون ہیں کہا علی اور ابو دجانہ۔
اچھا جاحظ کے دعوے کے مطابق ہم نے فرض کر لیا کہ ابو بکر بھی بروز احد ثابت و قائم رہے تو کیا جاحظ کو یہ جائز ہے کہ وہ کہے
کہ ابو بکر بھی علی کی مثل ثابت قدم رہے لہذا ایک کو دوسرے پر فخر نہیں۔ حالانکہ اسکو علی کے آثار کا جو ان سے اسدن ظہور میں آئے
بخوبی علم ہے کہ انھوں نے بنی عبدالدار کے تمام علمبرداروں کو قتل کیا جنمیں کا ایک طلحہ بن ابی طلحہ تھا جسکی نسبت رسولخدا نے
خواب میں دیکھا تھا کہ آپنے ایک مینڈھے پر دسترس پایا ہے اسکی حضرت نے یہ تاویل کی کہ اس سے مراد کبش کتیبہ (سردار لشکر کفار ہے)
میں نے اسکو قتل کر دیا ہے۔ پس جبکہ اسکو علی بن ابیطالب نے از روئے مبارزت قتل کیا ہے (اور یہ مشرکین میں سے پہلا کشتہ تھا
جو اسدن مارے گئے) تو رسولخدا نے تکبیر کہی اور فرمایا ھذا الکبش الکتیبہ سردار لشکر بھی تھا۔ علاوہ بریں علی کا رسولخدا کی
اسکے سوا نصرت و حمایت کرنا جسوقت کہ لوگ حضرت کو چھوڑ کر فرار ہو گئے تھے اور حضرت کی طرف قریش کے ایک انبوہ نے رخ کیا ہے
آپنے فرمایا یا علی اکفنی ھذہ یا علی میری ان سے کفایت کرو علی انپر حملہ کر کے بھگا دیتے ہیں اور سرکردہ لشکر کو ٹھکانے لگاتے
ہیں حتی کہ مشرک و مسلم مخالف و موالف ہر ایک نے آسمان سے یہ صدا سنی۔ لا سیف الا ذوالفقار و لا فتی الا علی حتی
کہ رسولخدا نے جبرئیل سے جو قول نقل کیا وہ کہا کیا جس شخص کے یہ افعال و آثار ہوں پھر اسکی نسبت جاحظ کا یہ کہنا کہاں تک
درست ہوگا لا فخر لاحد منا علی صاحبہ علی اور ابو بکر سے کسی کو دوسرے پر فخر کا موقع نہیں ربنا افتح بیننا و بین
قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین۔

جاحظ نے کہا ہے کہ بروز احد ابو بکر کے لیے ایک مشہور بڑی ہے انکا بیٹا عبدالرحمن گھوڑے پر سوار رہنے میں سرتاپا غرق آہن
ہوا اور مبارزت طلب کی یہ الفاظ اسکی زبان پر تھے انا عبدالرحمن ابن عتیق میں ابو بکر عتیق کا بیٹا عبدالرحمن ہوں یہ سنکر خود
ابو بکر اسکے مقابلہ کو آمادہ ہو گئے اور تلوار لیکر جھپٹے اسوقت نبی نے ان سے فرمایا شم سیفک وارجع الی مکانک و متعنا
بنفسک یعنی تلوار نیام میں کیجیے اور اپنی جگہ پلٹ جائیے اور ہمیں اپنی ذات سے منتفع ہونے دیجیے۔

استاد ابو جعفر نے کہا ہے ابو عثمان جاحظ کو ابو بکر کے اس مقام مشہور کے ذکر سے کچھ مانع نہوا اور انھوں نے کچھ پس و
پیش نہ کیا حالانکہ اگر امامیہ اسکو سن پائیں تو ابو بکر کے مثالب مطاعن میں جو انکے پاس ہیں اور اسکا اضافہ کر دیں
اسلیے کہ نبی کا یہ فرمانا کہ آپ باز آئیں اور اپنی جگہ پلٹ جائیں اسکی دلیل ہے کہ ابو بکر کسی سے تاب مبارزت و مقابلہ نہیں

رکھتے کیونکہ جب وہ اپنے بیٹے کی مبارزت کے متحمل نہیں ہو سکتے حالانکہ بیٹے کو جو باپ کا خیال ہوتا ہے اور وہ اسکی تعظیم تکریم کرتا ہے اور اسکے ساتھ شفقت سے پیش آتا ہے اور اسکے مقابلہ سے پہلوتہی کرتا ہے اسکا حال سب کو معلوم ہے تو پھر بھلا اجنبی اور غیر شخص کی مبارزت کا کیا تحمل کر سکتے - اور حضرت کا ان سے یہ فرمانا کہ اپنی ذات سے ہمیں متمتع ہونے دیجے اس امر کا اظہار ہے کہ اگر آپ نکلے تو مارے جائینگے - ظاہر ہے کہ رسول اللہ جاحظ سے زیادہ انکی حالت کے عارف تھے - اور پھر بھلا ایسے شخص کا اس جوانمردسے کیا مقابلہ جو میدان جنگ میں در آیا ہو اور تلوار پکڑ کر تلواروں میں گھس گیا ہو اور اپنے نعرہ بازوئے انسروں اور ہاتھیوں اور سواروں اور پیادوں کو ٹھکانے لگا دیا ہو -

جاحظ نے کہا ہے علاوہ بریں ابوبکر کے میدان جنگ میں اگرچہ دوسروں کے مثل آثار و کردار نہ تھے مگر پھر بھی انھوں نے اپنی بوتہ بھر کوشش کو صرف کیا اور جو ان سے ممکن تھا اور جہانتک انکی قوت کی رسائی تھی عمل میں لائے پس جبکہ انھوں نے اپنی امکانی کوشش صرف کرنے میں دریغ نہ کیا تو کسی کا حال انکے حال سے اشرف و بہتر نہیں ہو سکتا -

اُستاد ابوجعفر کہتے ہیں - کہ جاحظ کا یہ قول کہ ابوبکر نے بذل جہد کیا اور تا امکان سعی میں کوتاہی نہ کی اس بات کی ہم تصدیق کرتے ہیں مگر اسکا یہ کہنا کہ انکے حال سے کسی کا حال اشرف نہ تھا یقیناً غلط ہے اسلیے کہ جس شخص کی قوت انکی قوت سے دوچند سہ چند ہوگی اور وہ اسکو قتل مشرکین میں عمل میں بھی لایا ہوگا اسکا حال بیشک اس شخص کے حال سے اشرف و اعلیٰ ہوگا جسکی قوت حد کامیابی سے ناقص ہو کیا آپ نہیں سمجھتے کہ جہاد میں مرد کا حال عورت کے حال سے اشرف ہوتا ہے اور اسی طرح مانع قوی پنجہ کی حالت کمزور بچے سے اشرف و اعلیٰ ہوتی ہے -

یہ سب وہ تقریر ہے جو شیخ ابوجعفر محمد بن عبداللہ اسکافی نے فرقہ عثمانیہ کے نقض و رد میں بیان کی ہے اُردو داں احباب کی خاطر اسکا سہل ترجمہ کیا گیا اصل کتاب کی عبارت مشتبہ اور دوسرے نسخہ کے موجود نہونیکی وجہ سے جو غلطیاں ہو گئی ہوں انھیں ناظرین معاف فرمائینگے حتی المقدور یہ کوشش کی گئی ہے کہ اصل مطلب ادا ہو جائے گو بعض الفاظ کا ترجمہ بدل جائے - و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی محمد و آلہ الطاہرین -

و انا المتمسک بحبل الثقلین

محمد المدعو بہ انصار حسین النقوی البنگلوری

نمکخوار سرکار دولتمدار والی دار السرور رامپور خلد اللہ ملکہ

جن کتابوں سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے

وہ یہ ہیں

علمائے اعلام نے انکی تصدیق وتعریف کی۔ اخبارات نے بہترین ریویو کیے
ہزاروں جلدیں مانگی جارہی ہیں جو نہ دیکھے گا وہ پچھتائے گا۔

عربی وفارسی و اُردو میں جن دو کتابوں کا
مثل نہیں وہ یہ ہیں

(۱) **گلوبند فاطمہ کے موتی** یہ وہ زبردست تاریخی کتاب ہے جسکو بڑے بڑے علما نے نہ صرف تسلیم ہی کیا ہے بلکہ زرّیں الفاظ میں اسکی تعریف وتوصیف بھی کی اور قوم کے با فہم طبقہ نے مردوں عورتوں نوجوانوں اور بچوں کے لیے مفید ترین تصنیف قرار دیا اس کتاب میں حضرت علیؑ مرتضیٰ سے لے کر تمام اماموں کی صاحبزادیوں کی سوانح عمریاں ہیں جن میں بہت سی ایسی صاحبزادیاں ہیں جنکے نام بھی لوگوں کو نہیں معلوم کیا صرف جناب امیرؑ کی دو ہی بیٹیاں حضرت زینب وام کلثوم تھیں کیا امام حسن کی کوئی صاحبزادی ہی نہ تھی غرض تمام اماموں کی صاحبزادیوں کا تفصیلی وبصیرت افروز وسبق آموز حالات اسمیں دیکھیے مورخ عصر مولانا اولاد حسین صاحب واعظ دربار حامدی رام پور کا پورا پورا زور قلم اسمیں صرف ہوا ہے لکھنؤ کی ٹکسالی زبان میں مضامین لوا ہوے ہیں لکھائی عمدہ چھپائی ٹائٹیل دیدہ زیب قیمت فی جلد عہ/ مجلد سے/ علاوہ محصولڈاک

(۲) **تذکرۃ الصحابیات**۔ سرور کائنات کی گیارہ ازواج کی پوری سیرۃ جھوٹ، خوشامد چاپلوسی سخن پروری نہیں صاف صاف اور سچ سچ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار صاحبزادیوں میں آپ کی صلبی و پروردہ بیٹیوں کا تاریخی فیصلہ۔ آنحضرت کی قریب کی رشتہ دار عورتوں کا تذکرہ آپ کی خدمت میں عام آنے جانے والی عربی بے جگر عورتوں کی اسلام پرستی عصمت پروری کے بہادرانہ کارنامے۔ سب ایک جگہ بڑی بڑی تاریخوں سے جن کی فہرست بھی دیدی گئی ہے جو مضمون لکھا ہے اُس کا پتہ حاشیہ پر دیدیا گیا ہے ہمارا دعوٰی ہے پہلے صفحہ سے آخر صفحہ تک بے دیکھے قرار نہیں آسکتا۔ قیمت فی جلد عہ/ مجلد سے/ علاوہ محصول ڈاک۔

احیاالمیت فی فضائل اہل البیت } قوم شیعہ سے جن رسالوں کے تقسیم کرنے کی اپیل کی گئی ہے ان میں سے پہلا یہ ہے ۔ علامہ جلال الدین سیوطی کا رسالہ ہے عربی عبارت ایک کالم میں اُردو ترجمہ دوسرے کالم میں تاکہ کسی کو خیانت کا گمان نہو علامۂ موصوف کو اپنے عہد میں خیال ہوا کہ اہل بیت پیمبر کے فضائل کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا گیا چنانچہ موصوف نے اپنے اس رسالہ سے انکے احیائے ثانی کی فکر کی ہے جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ رسالہ سال بھر پہلے بھی شائع ہوا تھا لیکن قوم کی قدردانی نے ہاتھوں ہاتھ خرید لیا چنانچہ ہم کو دوبارہ شائع کرنا پڑا ۔ اس رسالے میں اب مضامین بہت زیادہ ہوگئے ہیں اور تحریر و طباعت میں خوبصورتی پیدا کی گئی ہے لیکن قیمت میں اضافہ نہیں ہوا ہے فی جلد ۴ر علاوہ محصول ڈاک ۔

خصائص مرتضوی } دوسری کتاب یہ ہے امام نسائی سے کون واقف نہیں صحاح ستہ کے مصنفین و جامعین میں سے ایک آپ بھی ہیں آپ نے دُنیا کو حضرت امیرالمومنین کی ہجو کرتے سُنا تو آپ نے فضائل علیؑ میں یہ کتاب لکھی جسکو شام کی جامع مسجد میں آپ نے پڑھا اہلِ شام نے یہ قدر کی کہ آپ کو اسقدر مارا کہ آخر بیچارے بڑے صدمات اُٹھا کر اور سخت مصائب کا سامنا کر کے جاں بحق ہوگئے ذرا آپ بھی دیکھیے کہ وہ کون سے فضائل تھے جو دشمن سُن بھی نہ سکے امام موصوف کی پوری سوانح عمری بھی اسی میں ہے ۔ قیمت فی جلد آٹھ آنہ (۸ر) علاوہ محصول ڈاک ۔

سبد گُل } لسان الشعرا مولانا مولوی سید اولاد حسین صاحب شاعر واعظ دربار حامدی (رام پور) کی نظموں کا دلکش و دلچسپ مجموعہ اہل مُلک نے اسکی بڑی قدر کی ہے کانگریس خلافت اور دوسری ملکی انجمنوں نے اس مجموعہ کے پاکیزہ خیالات کا اعتراف کیا ہے پھر ادبی حیثیت یہ ہے کہ مولانا عبدالحق صاحب بی ۔ اے سکریٹری انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد دکن اپنے رسالہ اُردو میں لکھتے ہیں کہ شعرا کے کلام میں یا شوکت الفاظ پائی جاتی یا روانی معانی مگر ان نظموں میں دونوں چیزیں موجود ہیں یہ بارہ نظمیں ہیں (۱) ظفر نامہ (۲) نمود صبح (۳) برسات (۴) ہندوستان (۵) تاروں بھری رات (۶) گنگا (۷) جمال (۸) شاعر (۹) دوشیزہ کہسار (۱۰) میدان رلیف (۱۱) نورجہاں (۱۲) محبت ۔ قیمت فی جلد عہ ر علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ

سید ابن الحسین جوہری محلہ لکھنؤ